تاجدارِ ختم نبوت زندہ باد

ماہنامہ

الحقیقہ

پاکستان

جولائی 2020



عشرۂ ذوالحجہ اور قربانی

قربانی کی اہمیت (اداریہ)

اللہ والوں کی برکات

فضائل مدینہ منورہ

حضور نقشِ لاثانی کے اخلاق کریمانہ

شرک اور اس کی حقیقت

اہل بیت اطہار اور صحابہ کبار



سوشل میڈیا کا غلط استعمال

نو مسلم ڈائری

مرزائیت پر برق

جراتوں اور شجاعتوں کا قافلہ رواں دواں

فہرست

اے عشق لگا نعرہ اللہ نبی وارث
اے شوق دکھا جلوہ اللہ نبی وارث
گھنگور گھٹاؤں میں پرشور ہواؤں میں
ایمان پکار اٹھا اللہ نبی وارث
نمرود کی آتش سے فرعون کی سازش سے
مومن ہو تو کیا ڈرنا اللہ نبی وارث
مرشد کے اشارے سے آسی بھی کفن باندھے
میدان میں در آیا اللہ نبی وارث

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

یونس-۶۲

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

قربانی کی اہمیت

کسی نے سچ کہا ہے کہ جسے رونا آئے، اسلام کی موجودہ حالت پر روئے۔ حقیقت یہ ہے کہ حوادث وآلام کے طوفان افق اسلام پر ہر طرف امڈے ہوئے ہیں۔ بے شمار فتنے دورِ حاضر میں سر اٹھا رہے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعض "مجتہدین" کے نزدیک قربانی کے لئے مال خرچ کرنا اسراف ہے۔ انکے نزدیک قربانی کرنے کی بجائے اس کی رقم یتیموں اور مسکینوں میں خرچ کر دینی چاہئے۔ یہ محض اسلامی شعائر وعبادات کو ختم کرنے اور اسلام کا حلیہ بگاڑنے کی ایک مذموم کوشش ہے، ورنہ غریبوں کے ان خیر خواہوں نے کبھی خود اس پر عمل کر کے نہیں دکھایا، نہ عید الاضحیٰ کے تین دن نکال کر سال کے باقی ۳۵۷ دنوں میں انہیں یتیموں مسکینوں کی یاد ستاتی ہے۔

جب حضور اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمادیا کہ "قربانی کے دن قربانی کرنے سے بہتر کوئی عمل نہیں"......

(سنن ابی داوٗد، ترمذی، ابن ماجہ)

اور یہ کہ "اس دن روپیہ پیسہ خرچ کرنے کا بہترین مصرف قربانی کے سوا کوئی نہیں" (طبرانی)، تو فرمایئے! اب کسی اور بات کی گنجائش ہی کہاں ہے اور کسی اور کو کیا حق پہنچتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے ارشادِ مبارکہ کے مقابلے میں اپنا قول پیش کرے۔

اس قسم کے لوگ اس حقیقت سے غافل ہو چکے ہیں کہ ایمان تو رب رحیم جل شانہٗ اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے احکام کو بلا چون و چرا تسلیم کرنے کا نام ہے۔ اعتراض کا محل تو ایسی چیز ہوگی جو انسان کی ذہن کی پیداوار ہو، یہاں تو عقل کا خالق، قانون ساز ہے۔ اور اس عظیم خالق و قانون ساز کے حکم کی اطاعت کرنے اور کروانے والا پہلا شخص وہ نبی غیب دان صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ہے۔ جس کی اپنی عقل کا یہ کمال ہے کہ حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳۴-۱۱۴ھ) فرماتے ہیں:

"قَرَأْتُ فِيْ اَحَدٍ وَّ سَبْعِيْنَ كِتَاباً فَوَجَدتُّ فِيْ جَمِيْعِهَا اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَمْ يُعْطِ جَمِيْعَ النَّاسِ مِنْ بَدَاءِ الدُّنْيَا اِلٰى انْقِضَائِهَا مِنَ الْعَقْلِ فِيْ جَنْبِ عَقْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا كَحَبَّةِ رَمْلٍ مِّنْ بَيْنِ رِمَالِ الدُّنْيَا. (شفا شریف:۴۲)

ترجمہ: میں نے اکہتر کتابوں کو پڑھا تو سب میں مجھے یہی مضمون ملا کہ شروع دنیا سے قیامت تک اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو جو عقلیں عطا فرمائی ہیں، اگر ان سب کی عقلوں کے مجموعہ کا حضور انور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عقل سے موازنہ کیا جائے تو تمام انسانوں کی عقل کے مجموعہ کو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عقل سے وہی نسبت ہوگی جو ریت کے ایک ذرہ کو تمام دنیا کے ریگستانوں کے مقابلے میں ہے۔ (اللہ اکبر)

بات تو اتنی تھی کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے سراپا تسلیم و رضا بن جانے کی ادا رب تعالیٰ کو بہت پسند آئی اور اس نے اس ادا کو دوام بخشنے کے لیے ملت ابراہیم کے صاحب نصاب افراد پر ہر سال میں ایک دفعہ قربانی واجب فرمائی۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا متواتر عمل اس کے وجوب کی دلیل بنا۔ خود ہی سوچئے کہ جب اسمٰعیل علیہ السلام کی ایک دفعہ کی ادا رب کائنات کو اس قدر پسند آئی تو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اتنی بار اعادہ کی ہوئی ادا کتنی پسند آئی ہوگی۔

عاشقاں را چہ کار ما تحقیق — ہر کجا نام او ست قابا نیم

کے مصداق اتنا ہی کافی ہے کہ ان کے آقا و مولا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اسے سرانجام دیا اور پسند فرمایا۔ وہ قربانی کے مالی فوائد یا نعوذ باللہ نقصانات دیکھنا گوارا ہی نہیں کرتے۔ اس لیے کہ ان کا ایمان ہے کہ رب تعالیٰ جل مجدہٗ اور رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا کوئی حکم بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

چودہ سو سال سے زیادہ کا عرصہ بیت چکا ہے، ہر دور میں دنیا کے ہر خطے کے مسلمانوں نے ہر سال قربانی کی ہے بلکہ اس کے اہتمام میں کبھی کبھی انہیں جانیں بھی قربان کرنا پڑ جایا کرتی تھیں (ذرا قبل تقسیم انڈیا کے مسلمانوں سے یہ بات پوچھ کر دیکھئے)۔ پھر اس عرصہ میں بڑے بڑے صالحین، اولیاء، علماء، محدثین، مفسرین، تابعین، اور خلفائے راشدین ہوئے، کسی نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشادات اور قرآنی احکامات کو چیلنج نہیں کیا۔ یقیناً دورِ حاضر کے منکرین سخت ترین گستاخ۔ سرکش اور شعائر و احکاماتِ اسلامی کے منکر ہیں۔

فلسفہ قربانی کیا ہے؟ یاد رکھیں، چند ہزار کا جانور قربان کر کے ہم اس جذبے کا اظہار کرتے ہیں کہ اللہ و رسول جل و علا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حکم پر ہم نے یہ تو محض ایک جانور قربان کیا ہے ورنہ دین اسلام اور اہلِ اسلام کی خاطر ہم ہر قسم کی قربانی دینے کو تیار ہیں......لیکن سچ تو یہ ہے کہ مادہ پرستی کے اس دور میں ہم دنیا دار اس جذبے سے عاری ہوتے جا رہے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ نفسا نفسی کا عالم ہے، ہر شخص کو محض اپنا مفاد عزیز ہے زر اور زمین کی ہوس نے انسان کو اندھا کر دیا۔ ہم تو کسی ضعیف یا بوڑھے کے لیے بس میں سیٹ کی قربانی دینے کو تیار نہیں، بل جمع کراتے کسی بیمار کے لیے اپنی باری کو قربان کرنے کا حوصلہ کھو چکے۔ ہسپتال میں اپنے سے زیادہ بیمار کو خود پر ترجیح دینے، کسی نادار و مستحق کو اپنی ضروریات میں سے کچھ دینے، غریب مزدور کو اس کی اجرت سے کچھ زیادہ نوازنے، بڑے ہوٹلوں میں شوقیہ کھانا کھانے کی بجائے بھوکوں کو ساتھ بٹھا کر سادہ کھانا کھانے اور کھلانے، اپنے بچوں کے سوٹوں میں سے کوئی سوٹ کسی یتیم بچے کو دینے، سمیت کتنے ہی کام ایسے ہیں جن میں ہمارے جذبہ قربانی کی جھلک نظر آ سکتی ہے۔ جن میں خلقِ خدا کی بھلائی بھی ہے اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اور اس کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خوشنودی بھی، نیز ہماری شاندار اسلامی روایات کا بھی حصہ ہیں لیکن افسوس دورِ جدید میں ہم بہت کچھ بھول گئے۔ **المختصر** عید الاضحیٰ کے موقع پر اللہ کی رضا کے لیے جانور کی قربانی بھی دیں اور یہ عہد بھی کریں کہ باقی سال میں بھی ہم اپنے جملہ امور میں قربانی کی روح کو اجاگر کریں گے۔ بہت سے مواقع ایسے آئیں گے جن پر آپ اپنی خواہشات کو محدود کر کے دوسروں کی خواہشات کو پورا کر سکتے ہیں۔ یا اپنے وقت، آرام، پیسے میں سے کچھ قربان کر کے دوسروں کو نفع دے سکتے ہیں۔ یقین کریں خلقِ خدا کو خوش کر کے ہم بہت جلد اپنے سچے رب کی رضا حاصل کر سکتے ہیں۔ اللہ جل مجدہٗ اپنے حبیب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے طفیل عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ والوں کی برکات

حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی قدس سرہ القوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ بات خوب واضح ہو چکی ہے کہ اللہ والوں کے کمالات کی بنیاد اُن کی عبدیت (بندگی) ہے۔ جس میں جتنی عبدیت، یقین محکم، عجز وانکسار، تواضع، عبادت واطاعت، توکل وتفویض، رضا بہ قضا کا جذبہ ہوتا ہے، اسی قدر وہ بلند ہوتا ہے۔ کبر وغرور سے انسان پستیوں کا شکار ہوتا ہے اور آخر کار تباہ وبرباد ہو کے رہ جاتا ہے مگر اللہ کے حضور جھکنا اسے بلند کر دیتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔ غزالی زماں حضرت علامہ احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

عبد (یعنی غلام) کی اقسام: عبد کی کئی قسمیں ہیں۔ لیکن ایک اعتبار خاص سے اس کی تین قسمیں ہیں۔ عبد رقیق، عبد آبق، عبد ماذون۔ عبد رقیق سے مراد وہ مملوک غلام ہے جو پوری طرح اپنے مالک کے قبضہ اور اس کی ملک میں ہو۔ عبد آبق اپنے مالک سے بھاگے ہوئے غلام کو کہتے ہیں جو مالک مجازی کے قبضہ سے باہر ہوتا ہے اور عبد ماذون وہ غلام ہے جو مالک کی ملک اور اس کے قبضہ میں ہے اور اس کی قابلیت، صلاحیت، استعداد اور خوبی کی وجہ سے اس کے مالک نے اپنے کاروبار کا اسے مختار و ماذون بنا دیا ہو اور اسے اس بات کا اذن دے دیا ہو کہ وہ مالک کے کاروبار میں جائز اور ممکن تصرف کرے۔ اس غلام کا بیچنا، خریدنا، لینا، دینا سب کچھ اس کے مالک کا بیچنا، خریدنا، لینا اور دینا متصور ہوگا۔

عام مومنین خواہ عاصی ہوں یا مطیع۔ سب اللہ تعالیٰ کے سامنے بمنزلہ عبد رقیق کے ہیں اور کفار، مشرکین، منافقین بمنزلہ عبد آبق (بھاگے ہوئے غلام) کے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے محبوبین ومقربین بمنزلہ عبد ماذون کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے قرب کے مطابق ماذونیت (یعنی شان واختیار) کا شرف عطا فرماتا ہے۔ ساری کائنات میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے برابر کوئی اللہ تعالیٰ کا مقرب نہیں۔ اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے عبد ماذون ہیں۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

۱...... و ما ینطق عن الھوی ○ ان ھو الا وحی یو حی ○ (النجم:۳،۴)

ترجمہ: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

۲...... و ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ ج (الانفال۔۱۷)

ترجمہ: اور (اے محبوب) وہ خاک جو تم نے پھینکی، تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔

۳...... من یطع الرسول فقد اطا ع اللہ ج (النساء۔۸۰)

ترجمہ: جس نے رسول کا حکم مانا، بیشک اُس نے اللہ کا حکم مانا۔

۴...... ان الذین یبا یعونک انما یبا یعون اللہ ط (الفتح۔۱۰)

ترجمہ: وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں، وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا

اللہ یعطی و انا قاسم (بخاری شریف)

ترجمہ: اللہ عطا فرماتا ہے اور میں بانٹنے والا ہوں۔

عبد ماذون کی عظمت: مختصر یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے عبد ماذون ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی اطاعت، اللہ تعالیٰ کی اطاعت، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فرمانا، اللہ کا فرمانا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فعل مبارک، اللہ تعالیٰ کا فعل مبارک، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا بیچنا اللہ تعالیٰ کا بیچنا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا خریدنا، اللہ تعالیٰ کا خریدنا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا دینا، اللہ کا دینا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا لینا اللہ تعالیٰ کا لینا ہے۔" (معراج النبی)

گویا یہ وصف 'ماذونیت' اللہ کے عبد اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں اگرچہ سب سے زیادہ ہے مگر دوسرے انبیاء و مرسلین علیہم السلام میں بھی اپنی اپنی شان کے مطابق موجود ہے اور ان کے علاوہ اولیاء و مقربین بھی اپنے اپنے قرب خداوندی کے مطابق اس سے مشرف ہیں۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ

واحی الموتیٰ باذن اللہ (ترجمہ: اور اللہ کے اذن سے مردے زندہ کرتا ہوں)

بھی اسی اذن اور ماذونیت کو واضح کر رہا ہے۔ اللہ مردے زندہ کرتا ہے تو خود کرتا ہے، اُسے کسی سے اذن حاصل کرنے کی ضرورت نہیں مگر اس کا نبی و رسول، زندہ کرتا ہے تو وہ خود بخود اس طاقت کا مالک نہیں، اللہ کے اذن سے اسے یہ طاقت حاصل ہوئی ہے۔ جب اللہ کے اذن سے ہے تو شرک ختم ہو گیا کیونکہ یہ تو اللہ کی ہی قوت وقدرت کا ظہور ہو رہا ہے۔

غور کیجئے اللہ کے اذن میں کتنی وسعت ہے اور وہ بھی صرف حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے حق میں کہ وہ مٹی کی مورت میں پھونک مارتے ہیں تو وہ اللہ کے اذن سے سچ مچ کا پرندہ بن جائے، مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں تک کو شفا بخشتے ہیں تو اسی اذن خداوندی کی برکت سے وغیرہ وغیرہ۔ جب خاتم انبیائے بنی اسرائیل حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو اس مرتبے کا اذن میسر ہے تو خاتم جملہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی ماذونیت کا کیا عالم ہوگا، جو رحمۃ للعلمین بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہی کا صدقہ ہے ان اولیاء و مقربین کی ماذونیت جو حضور پرنور سرکار رحمۃ للعلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی امت میں ہیں اور انبیائے بنی اسرائیل علیہم السلام کے کمالات کے وارث ہیں (جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہے)

ماذون وسیلہ: ایسا ہر بندۂ ماذون ومختار جس کا خریدنا، بیچنا، لینا، دینا اپنی اپنی شان کے مطابق اللہ کا خریدنا، بیچنا، لینا، دینا ہے، کیا وہ عبد ہو کر بھی دوسروں کا وسیلہ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ یہ اگر 'ماذون' ہے تو اپنے قرب کی بنا پر، اور مقرب ہے تو اطاعت خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی وجہ سے ہے۔ جس شخص نے اسے وسیلہ بنایا تو اسی بنا پر بنایا کہ اس کے نزدیک یہ بندہ بندگی خدا میں سچا، اس کا مقرب اور اس کے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا نائب و وارث ہے۔ دوسرے لوگ خداوند کریم کا قرب چاہیں، تو اس بندۂ مقرب کے وسیلے سے حاصل کر سکتے ہیں، دوسرے کسی مصیبت میں مبتلا ہوں تو اس بندہ ماذون و مقرب کو پکاریں اللہ کے اذن سے یہ ان کی مصیبت دور کر سکتا ہے، دوسرے لوگ کسی حاجت سے دوچار ہوں تو یہ ان کی حاجت روائی میں وسیلہ بن سکتا ہے۔ وہ بندہ مقرب جسے اللہ نے ماذون ومختار بنا دیا ہے، آخر اس دنیا میں اس کو یہ قوت وقدرت دینے کا مقصد کیا ہے۔ ایک یہ کہ لوگوں کے مسائل حل ہوں اور دوسرے یہ کہ حل مسائل سے لوگ اپنے رب کو پہچانیں اور اس کی کبریائی کا اقرار واعتراف کر کے اس کے واحد لاشریک ہونے پر ایمان لائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں جو جتنا مقرب و ماذون و مکرم ہے، اللہ کی مخلوق کیلئے اُتنا ہی بڑا وسیلہ بھی ہے۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اللہ کے سب ماذون بندوں کے سردار ہیں بلکہ جو ماذونیت کے جس درجے پر ہے، آپ کے صدقے میں ہے، اس لئے آپ وسیلوں کا بھی وسیلہ ہیں۔ پھر انبیائے کرام علیہم السلام اپنی اپنی امتوں کیلئے وسیلہ ہیں۔ آخر جو رب اپنے کسی نبی (علیہ السلام) کے ذریعے کسی امت کو ہدایت دے رہا ہے تو وہ نبی اس کیلئے وسیلہ ہی تو ہے۔ چنانچہ آپ قرآن پاک کے پہلے پارے کا مطالعہ ہی بغور کرلیں آپ دیکھیں گے کہ بار بار بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دروازے پر آ کر عرض کرتے ہیں کہ اللہ سے مانگئے، اللہ سے پوچھئے، (جیسا کہ اوپر بھی کہیں آیا ہے) گویا نبی اپنی امت کا وسیلہ۔ اسی طرح نبیوں کے بعد صالحین، اولیاء، عرفاء متقین۔ یہ بھی اپنی اپنی ماذونیت کے مطابق دوسروں کا وسیلہ ہیں۔ اللہ ان کے وسیلے سے بارشیں برساتا ہے، رزق عطا فرماتا ہے، فتح و نصرت سے نوازتا ہے۔ یہ مستجاب الدعوات بھی ہوتے ہیں اور خدا کے فضل و کرم سے اختیارات و تصرفات کے مالک بھی۔

کتنے واضح ارشادات ہیں ذرا غور سے پڑھیے

۱ ...... الا بدال فی امتی ثلثون بھم تقوم الا رض بھم تمطرون و بھم تنصرون (الطبرانی فی الکبیر بسند صحیح، کنز العمال باب لحوق فی القطب والابدال جلد:۱۲ص ۱۸۶، رقم ۳۴۵۹۳، واللفظ لہ مجمع الزوائد باب ما جاء فی الابدال وانھم بالشام جلد:۱۰ص ۶۲، مصنف عبدالرزاق، جلد:۱۱ص ۲۵۰۔ احادیث ابدال پر سیر حاصل بحث کیلئے امام سیوطی کا رسالہ الخبر الابدال ملاحظہ ہو۔ الحاوی للفتاوی جلد:۲ص ۲۴۱)

ترجمہ: ابدال میری امت میں تیس ہیں، انھیں سے زمین قائم ہے۔ انھیں کے سبب تم پر مینہ اترتا ہے اور انھیں کے باعث تمہیں مدد ملتی ہے۔

۲ ...... لن تخلوا الارض من ثلثین مثل ابرا ھیم بھم تغا ثون وبھم ترزقون وبھم تمطرون (الطبرانی بسند حسن، مجمع الزوائد باب ماجاء فی الابدال وانھم بالشام جلد:۱۰ص ۶۲ ابن احبان کنز العمال باب فی القطب والابدال جلد ۱۲ص ۱۸۷ رقم الحدیث ۳۴۶۰۲ رقم ۷۳۷۹)

ترجمہ: زمین ہرگز خالی نہ ہوگی تیس (اولیاء) سے کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرتو پر ہوں گے، انھیں کے سبب تمہاری فریاد سنی جائے گی اور انھیں کے سبب تمھیں رزق دیا جائے گا اور انھیں کے طفیل تم پر بارش ہوگی۔

ظاہر ہے وہ بزرگ جنھیں اللہ تعالیٰ نے زمین کے قیام کا سبب، بارش برسنے کا باعث اور فتح و نصرت کی وجہ ٹھہرایا ہے، اگر انھیں دوسرے انسان کا وسیلہ سمجھ لیا جائے یا دوسرے لوگ انھیں اپنا وسیلہ بنالیں تو کون سی قیامت آجائے گی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ مقدس لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔ ان کا وسیلہ پیش کرنا ان سے محبت کا اظہار بھی ہے۔ احادیثِ کثیرہ اس بات پر شاہد ہیں کہ اللہ کی رضا کیلئے کسی انسان سے بھی محبت کرنا اللہ کے ہاں پسندیدہ ترین عمل ہے، اور ایک دوسرے سے محض اللہ کیلئے محبت کرنے والے خود اللہ کے محبوب بن جاتے ہیں اور دنیا میں ایک انسان کیلئے اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوسکتی ہے کہ رب کا محب ہی نہ ہو بلکہ رب کا محبوب بھی بن جائے۔ اطمینان قلب کے لئے ان احادیثِ شریفہ کا متن بھی دیکھ لیجئے۔

۱ ...... ان احب الاعمال الی اللہ تعا لیٰ الحب فی اللہ و البغض فی اللہ (احمد)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو سب سے پسندیدہ عمل ہے کہ اللہ ہی کیلئے محبت کی جائے اور اللہ ہی کیلئے عداوت رکھی جائے۔

حضرت معاذ بن جبل کی روایت کے مطابق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں۔

۲ ......قال اللہ تعا لیٰ و جبت محبتی متحا بین فی والمتجالسین فی والمتزاورین فی والمتباذلین فی (موطا امام مالک کتاب الجامع باب ماجاء فی المتحابین فی اللہ ص ۷۲۳، واللفظ لہ مشکوٰۃ، باب الحب فی اللہ و من اللہ ص ۴۲۶)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری محبت ان کیلئے واجب ہوگئی جو میرے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے پاس میری وجہ سے بیٹھتے ہیں، اور میرے لئے ایک دوسرے کی زیارت کرتے رہتے ہیں اور میرے لئے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔

جن بزرگوں کے سبب سے بندہ اللہ کا محبوب بننے کی عظیم ترین سعادت حاصل کر رہا ہے اور اس کو تکمیل ایمان کا مژدہ سنایا جارہا ہے، وہی بندہ انھیں بزرگوں کا نام لے کر اور ان کا واسطہ دے کر اللہ سے دنیا و دین کی کوئی نعمت مانگے تو کیوں نہ رحمتِ خداوندی جھوم جھوم اٹھے گی اور کیوں نہ سائل کا دامن مراد فوری طور پر بھر دیا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح اللہ کو یہ بات تمام اعمال سے زیادہ محبوب ہے کہ اُسی کیلئے کسی سے محبت کی جائے، یونہی اسے یہ بات بھی از حد پسند ہے کہ اس کے مقبولان بارگاہ کا وسیلہ اس کی بارگاہ میں پیش کیا جائے۔ قرب حاصل کرنا ہو تو بھی، گناہوں کی بخشش مطلوب ہو تو بھی خاتمہ بالخیر چاہیے تو بھی، فتح و نصرت مقصود ہو تو بھی، بارش کی تمنا ہو تو بھی اور کثرت رزق کا سوال ہو تو بھی کتاب و سنت کے نصوص اس بات پر شاہد ہیں کہ اس قسم کی ساری نعمتیں ان کا دامن توسل تھام کر ملیں گی۔ اسی لئے اللہ نے ایمان والوں کو ان کے وسیلے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا

یاایها الذین امنوا اتقو الله وابتغوا الیه الوسیلة وجاهدوا فی سبیله لعلکم تفلحون (المائدہ......۳۵)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

کس قدر دیدہ دلیر ہیں محبوبانِ خدا کے دشمن کہ قرآن پاک کے اس قدر واضح حکم کے باوجود وسیلہ اختیار کرنے والوں کو شرک یا بدعتی کہتے ہیں۔ افسوس انھیں یہ خبر ہی نہیں کہ وسیلہ اختیار کرنا بارگاہِ خداوندی کے آداب میں سے ہے اور اس کی وضاحت بھی اللہ کی اسی آخری، محکم، محفوظ اور جامع کتاب یعنی قرآن حکیم میں آ گئی ہے۔ چنانچہ ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

اولٰئک الذین یدعون یبتغون الی ربهم الوسیلة ایهم اقرب ویرجون رحمتهٗ ویخافون عذابه ط ان عذاب ربک کان محذوراًo (بنی اسرائیل:۵۷)

ترجمہ: وہ (مقبول) بندے جنھیں یہ (کافر) پوجتے ہیں وہ آپ ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے، اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بیشک تمہارے رب کا عذاب ڈر کی چیز ہے۔ (کنز الایمان)

گویا بارگاہ رب العزت میں حاضر ہونے کیلئے جیسے خشوع و خضوع اور طہارت فکر و نظر کی ضرورت ہے، یونہی کسی مردِ مقرب کا وسیلہ اختیار کرنا بھی ضروری ہے۔ اس آیت سے واضح ہو جاتا ہے کہ غیر مقرب اور گنہگار بندے تو ایک طرف مقرب بھی یہ دیکھتے ہیں کہ زیادہ مقرب کون ہے تا کہ اس کے وسیلے سے بارگاہِ شہنشاہِ حقیقی میں حاضری دی جاسکے۔

وسیلے کی صورتیں: یاد رہے توسل یا وسیلہ اختیار کرنے کی بھی کئی صورتیں ہیں مثلاً ایک تو یہی کہ اس کے وسیلے سے دعا کی جائے، وسیلہ و واسطہ یا بحق وغیرہ الفاظ سے۔ کبھی اُس کے دربار میں پہنچ کر اللہ سے دُعا کی جائے اور کبھی اسے وسیلہ سمجھ کر پکارا جائے۔ جسے عرف عام میں ندائے غائبانہ کہا جاتا ہے۔ وسیلے کی یہ قسم قرآن پاک اور حدیث پاک سے ثابت ہے۔ خیال رہے صرف حرف 'با' سے بھی توسل کا اظہار ہوتا ہے جیسا کہ اوپر کی احادیث میں آیا۔ مثلاً بهم یمطرون انھیں کے صدقے (وسیلے) سے انھیں بارش دی جاتی ہے۔

اب آیئے اس دعا کی طرف جو سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التحیات نے ایک نابینا صحابی کو سکھائی تھی، محدثین نے اسے 'نماز

حاجت' میں شامل کیا۔

اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی قد توجھت بک الیٰ ربی فی حاجتی ھذہٖ لتقضی لی اللھم فشفعہ فی ۔ قال ابو اسحٰق ھذا حدیث صحیح

(ابن ماجہ کتاب فی قیام شھر رمضان باب ما جاء فی صلوٰۃ الحاجۃ ص ۹۹، ترمذی ابواب الدعوات باب فی انتظار الفرج وغیر ذالک جلد :۲ ص ۱۹۷، مسند احمد جلد :۴ ص ۱۳۸، المستدرک باب دعا رد البصر جلد :۱ ص ۵۱۹)

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف حضرت محمد نبی رحمت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کے وسیلے سے متوجہ ہوتا ہوں۔ یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) میں نے آپ کے ذریعے سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کی تا کہ میری یہ حاجت پوری ہو۔ اے اللہ! میرے بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شفاعت قبول فرما۔ ابو اسحٰق نے کہا یہ حدیث صحیح ہے

باب کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ صلوٰۃ حاجت ہے اور حضور ہادیٔ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اسے اپنی امت کیلئے تجویز فرمایا ہے۔ جس صحابی کو یہ دعا سکھائی تھی اسے فرمایا تھا کہ خوب وضو کر کے پہلے دو رکعت ادا کرے اور پھر یہ دعا مانگے ۔ چنانچہ یہی ترکیب حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے وصال شریف کے بعد بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سکھاتے رہے حتیٰ کہ محدثین کرام علیہم الرضوان نے اسے نماز حاجت کے باب میں ذکر کیا۔ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ظاہری زمانہ پاک میں خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس پر عمل کرایا اور بعد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین حضرات اس پر عمل پیرا رہے۔ فرمایئے یہ ندائے غائبانہ تو محدثین کرام کے نزدیک نماز حاجت کا حصہ ہے پھر اسے شرک یا بدعت سے تعبیر کرنا کتنی بڑی بدعت اور زیادتی ہے حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں عرض کرنا یا آپ کو پکارنا تو کوئی عجیب بات نہیں، یہاں تو اللہ کے بندوں کو پکارنے کی تلقین بھی فرمائی جارہی ہے اور سب سے زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ تلقین فرمانے والے بھی خود سید عالم حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہیں، چنانچہ حصن حصین میں ہے۔

وان ارا دعونا فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عبا د اللہ اعینونی یاعباد اللہ اعینونی (حصن حصین مترجم ص ۱۷۵)

ترجمہ: اور جب (کوئی شخص صحرا میں) مدد لینا چاہے تو کہے، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔

حصن حصین شریف احادیث شریفہ پر مشتمل اور اوراد و وظائف کی کتاب ہے، اس کے مولف نے اہتمام کیا ہے کہ اس میں حدیث صحیح کے سوا کوئی حدیث نہ آئے

ذرا خیال فرمایئے، جہاں حافظ سعید جیسے تھر ڈلے یا رسول اللہ اور یا حبیب اللہ جیسی نداؤں سے پریشان ہو جاتے ہیں، وہاں خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم یا عباد اللہ (اے اللہ کے بندو!) کی تلقین فرما رہے ہیں۔ اب وہ ساری غوغا آرائی ختم ہو جانی چاہئے کہ جب اللہ ہر گھڑی ہر کہیں امداد کو موجود ہے تو کسی اور کو پکارنے کی کیا ضرورت ہے۔ سنو اور خوب سنو، اللہ کو بھی پکارا جاتا ہے کہ وہ معینِ حقیقی ہے اور مستعانِ حقیقی، (یعنی حقیقت میں وہی مددگار ہے اور حقیقت میں مدد بھی اسی سے مانگی جاتی ہے) اصل مقصود وہی ہے باقی کسی کو پکارا جاتا ہے تو وسیلہ سمجھ کر اور یہ بھی اس کا اپنا حکم ہے اور یہ اس کی بارگاہ کا ادب ہے (جو خود اس نے سکھایا ہے)

لیجئے اسی قسم کی ایک اور حدیث شریف، کتاب کا نام ہے الوابل الصیب ورافع الکلم الطیب. جس کے مولف ہیں علامہ ابن قیم جو وہابیہ قدیم وجدید کے ہاں، بہت معتبر ہیں۔ اس کا ایک عنوان ہے

الفصل السابع والثلاثون فی الدابة اذانفلتت و ما یذکر عند ذالک (سینتیسویں فصل)

یعنی بھاگ جانے والے جانور اور جو اس وقت ذکر کیا جائے، کے بارے میں۔ اس میں صرف ایک حدیث ہی درج فرمائی۔

عن ابن مسعود رضی الله عنه ! عن رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم قال: اذا انفلتت دابة احدکم با رضٍ فلاۃٍ فلینا د یاعباد الله احبسوا، یا عبا د الله احبسوا ، یاعبا د الله احبسوا فان لله عز و جل حاضر اسیحبسه " (رواہ ابن السنی فی عمل الیوم واللیلہ ص ۱۶۲ واللفظ لہ۔ مجمع الزوائد باب مایقول اذ انفلتت دابتہ اواراد غوا ثا او اضل شیاء جلد ۱۰ ص ۱۳۵، الاذکار للنووی رقم ۵۵۷)

ترجمہ: ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضور پرنور، رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں جب تم میں سے کسی کا جانور جنگل میں بھاگ جائے تو وہ پکارے، اے اللہ کے بندو! اس کو روکو، اے اللہ کے بندو! اس کو روکو، اے اللہ کے بندو! اس کو روکو، بیشک اللہ عزوجل کا ایسا بندہ موجود ہوتا ہے جو اسے روک لیتا ہے۔

دیکھئے اللہ کے سوا حقیقت میں مدد کرنے والا کوئی نہیں ہے، اور اگر کوئی اس کے علاوہ مدد کرتا ہے تو اسی کے فضل سے مدد کرتا اور کر سکتا ہے۔ جن لوگوں کو مددگار سمجھا جائے، اگر اس نکتے کو ذہن نشین کر کے سمجھا جائے تو ان سے مدد مانگنا جائز ہے بلکہ بعض اوقات تعمیل ارشاد جیسے یہاں آپ نے دو ارشادات ملاحظہ فرمائے۔ اگر کسی کے بارے میں معاذ اللہ یہ گمان ہو کہ وہ اللہ کے فضل کے بغیر یا اللہ کے مقابلے میں مدد کر سکتا ہے تو یہ شرک ہے اور کوئی مسلمان بھی اسے جائز نہیں سمجھ سکتا۔ کتنے دکھ کی بات ہے کہ ماں کو، باپ کو، استاد کو، حاکم کو پکارا جائے اور ان سے مدد مانگی جائے تو شرک یاد نہ آئے جونہی کسی نے اللہ کے رسول کو، کسی مقرب کو، کسی مقدس شخصیت کو پکارا اور وہ بھی اللہ کی مدد کا مظہر سمجھ کر تو کفر وشرک کے فتووں کی ژالہ باری شروع ہو جائے۔ اب دیکھئے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم یا عباد اللہ کا سبق از بر کرا رہے ہیں، یہاں نجدیت بیچاری کیونکر صبر کرتی ہے۔

اوپر عرض کیا گیا تھا کہ وسیلہ پکڑنے کی اور وسیلے سے دعا کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے "بحق" جیسے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ یہاں مثال کے طور پر صرف ایک حدیث درج کی جاتی ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جو اپنے گھر سے نماز کیلئے نکلے اور یہ دعا کرے۔

اللهم انی اسئلک بحق السائلین علیک و بحق ممشای هذا فانی لم اخرج اشرا ولا بطرا ولا ریآءً ولا سمعة، خرجت اتقاء سخطک و ابتغاء مرضاتک فاسئلک ان تعیذنی من النار ، وان تغفرلی ذنوبی انهٔ لایغفر الذنوب الا انت" (ابن ماجہ ابواب المساجد والجماعات باب المشی الی الصلوۃ ص ۵۷، مسند احمد جلد: ۳ ص ۲۱)

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں مانگنے والوں کے حق کی وجہ سے جو تجھ پر ہے اور اپنے اس نکلنے کے حق کی وجہ سے میں غرور وتکبر اور ریاء وشہرت کیلئے نہیں نکلا، میں تو تیری ناراضی سے بچنے اور تیری رضا حاصل کرنے کیلئے نکلا ہوں۔ سو تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے آگ سے پناہ عطا فرما اور میرے گناہ معاف فرما دے، بیشک تیرے سوا کوئی گناہ بخشنے والا نہیں تو اللہ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور ستر ہزار فرشتے اس کیلئے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ (صحیح)

شرک اور اس کی حقیقت

از قلم: ابوالحقائق علامہ مولانا غلام مرتضٰی ساقی زیدمجدہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرک بہت بڑا جرم ہے، کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا ہے، شرک کرنے والے کی بخشش نہیں ہوتی وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اس پر قرآن وحدیث کے بے شمار دلائل موجود ہیں۔

دور حاضر میں مسلمانوں کو مشرک بنانے کی ایک سوچی سمجھی تحریک پورے زوروں پر ہے، جو اہل اسلام کے جائز امور کو بھی اپنی شرک ساز نگاہ سے دیکھتے ہیں اور سادہ لوح مسلمانوں کو مشرک بنادیتے ہیں، سطور ذیل میں قرآن وحدیث کی روشنی میں ایک تحقیق پیش خدمت ہے۔ اسے پڑھیں، سمجھیں اور سادہ لوح عوام کو مشرک بنانے والوں کی حقیقت کا اندازہ لگائیں!

شرک کی مذمت: قرآن وحدیث میں جگہ جگہ شرک کی مذمت کی گئی ہے

☆......ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان الشرک لظلم عظیم.........الایۃ (لقمان،۱۳)

ترجمہ: بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

☆ ...مزید ارشاد فرمایا: ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء و من یشرک باللہ فقد افتری اثما عظیما......الایۃ (النساء،۴۸)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اس چیز کو نہیں معاف کرتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس کے علاوہ ہو اس کی جس کے لیے چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔ اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو یقیناً اس نے بہت بڑے گناہ کا بہتان باندھا۔

☆ ...مزید ارشاد فرمایا: ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء ومن یشرک باللہ فقدضل ضللا بعیدا......الایۃ (النساء،۱۱۶)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اس چیز کو نہیں معاف کرتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس کے علاوہ ہو اس کو جس کے لیے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو وہ بہت دور کی گمراہی میں پڑ گیا۔

☆... مزید فرمایا: انہ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ وماء وہ النار وما للظلمین من انصار۔ (المائدہ،۷۲)

ترجمہ: بلاشبہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرائے اس پر اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام کر دیا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

☆ ...حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پاس تھے فقال الا انبئکم باکبر الکبائر ثلاثا الاشراک باللہ۔ الحدیث (مسلم جلد ۱ صفحہ نمبر ۶۴)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ کی خبر نہ دوں؟ (وہ) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا ہے۔

☆......حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے:

قال رسول اللہ ﷺ الکبائر الا شراک باللہ..........الحدیث (مشکوٰۃ صفحہ ۱۷)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کبیرہ گناہوں میں (پہلا گناہ) شرک کرنا ہے۔

☆ حدیث پاک میں ہے:

لا تشرک باللہ وان قتلت و حرقت..........الحدیث (مشکوٰۃ صفحہ ۱۸)

اللہ کے ساتھ شریک نہ کر اگرچہ تجھے قتل کر دیا جائے اور جلا دیا جائے۔

☆......جبکہ ایک روایت کا یہ مضمون ہے:

اللہ کے ساتھ شرک نہ کر اگر تجھے کاٹ (قتل کر) دیا جائے یا تجھے جلا دیا جائے (ابن ماجہ صفحہ ۳۰۱)

شرک کا معنی و مفہوم

شرک: حصہ داری، ہمسری اور برابری کو کہتے ہیں اور شریک: حصہ دار، ہمسر اور برابر کو کہا جاتا ہے۔ شرعی اعتبار سے کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرح ماننا، اس کے برابر جاننا، اس کا ہمسر اور حصہ دار ماننا یا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت کرنا اور اسے عبادت کے لائق سمجھنا شرک کہلاتا ہے (ملخصا از شرح عقائد ۷۷، مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب نمبر ۲۶۶، دفتر سوئم، مکتوب نمبر ۱۷، اشعۃ اللمعات، تکمیل الایمان وغیرہ)

نوٹ:۔ غیر مقلد نجدی وہابیوں کے مصنف محمد صادق سیالکوٹی نے شرک کسے کہتے ہیں؟'' کا عنوان دے کر لکھا ہے:

خدا کی ذات، صفات اور اس کی ہر قسم کی عبادت میں کسی کو شریک (CO.SHARER) جاننا شرک (PARTNERSHIP) کہلاتا ہے۔ (انوار التوحید صفحہ ۱۴۸)

اقسام شرک: شرک کی بنیادی طور پر تین قسمیں ہیں:

۱۔۔۔شرک فی الذات ۲۔۔۔شرک فی الصفات ۳۔۔۔شرک فی العبادت

۱۔ شرکت فی الذات: اللہ کی ذات میں کسی کو شریک کرنا، مطلب یہ ہے کہ اللہ کی ذات جیسی کسی اور کی ذات ماننا، یعنی کسی کو اللہ جیسا سمجھنا اللہ تعالیٰ کی کیا شان ہے؟۔ وہ واجب الوجود، قدیم، الہ، معبود، مسجود، مستقل بالذات یعنی ازلی ابدی، ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گا۔ اس کی اولاد نہیں، بیوی نہیں، ماں باپ، خاندان، قبیلہ اور وطن نہیں۔ وہ نسل، نسب اور برادری سے پاک ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں اس نے سب کو پیدا کیا ہے، لیکن اسے کسی نے پیدا نہیں کیا۔ اسے نیند، اونگھ، اور موت نہیں آتی، وہ بھول چوک، تھکن، جہل وغیرہ سے پاک ہے۔

اب اسی طرح کسی اور کی ذات تسلیم کی جائے اور یہ باتیں اس میں مانی جائیں تو یہ شرک فی الذات ہوگا۔

الحمد للہ! کوئی عام مسلمان بھی یہ باتیں باقی مخلوق تو رہی ایک طرف، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ذات مبارک میں بھی نہیں مانتا

ہمارے نزدیک ساری مخلوق سمیت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بھی ممکن الوجود اور حادث ہیں، آپ اللہ تعالیٰ کے محتاج اور انسانی و بشری اوصاف سے متصف تھے، گو دوسروں سے امتیازی شان کے ساتھ ہی سہی۔

شرک فی الصفات: اللہ تعالیٰ کی صفات میں شرک کرنا، مطلب یہ ہے کہ اللہ کی صفات جیسی صفتیں کسی اور میں تسلیم کرنا، اللہ کی صفات کیسی ہیں؟ ازلی، ابدی، مستقل، غیر فانی، اسے وہ صفات کسی نے عطا نہیں کیں اور نہ ہی صفات میں کسی کا محتاج ہے۔ یہ عقیدہ کسی اور کے متعلق رکھنا شرک فی الصفات ہے۔ الحمدللہ! ہم مسلمان اس شرک سے بھی محفوظ ہیں، ہمارے نزدیک خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی صفات بھی حادث اور غیر مستقل ہیں، اللہ کی عطا کی ہوئیں اور آپ ان صفات میں اللہ کے محتاج ہیں، آپ اپنی صفات میں بھی دوسرے لوگوں سے ممتاز ہیں۔

ان دونوں قسموں کی تردید کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لیس کمثلہ شی ء۔۔۔۔۔۔۔(الشوریٰ، ۱۱)

ترجمہ: اس جیسی کوئی چیز نہیں۔ نہ ذات میں اور نہ ہی صفات میں۔

☆ مزید فرمایا: **قل ھو اللہ احد ہ اللہ الصمد ہ لم یلد و لم یو لد ہ و لم یکن لہ کفواً احد ہ (الاخلاص)**

ترجمہ: اعلان کر دیں! وہ اللہ ایک ہے، وہ بے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ ہی اسے کسی نے جنا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔

شرک فی العبادۃ: اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو عبادت کے لائق قرار دینا، کیونکہ عبادت کے لائق فقط اللہ تعالیٰ ہی ہے، مخلوق میں سے کسی نبی، ولی، بزرگ کو بھی خواہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہی کیوں نہ ہوں عبادت کے مستحق سمجھنا شرک فی العبادۃ کہلاتا ہے۔

الحمدللہ! مسلمان صرف اللہ کی عبادت کرتے ہیں کسی نبی، ولی، فرشتے اور جن وغیرہ کی عبادت نہیں کرتے، مسلمان آج بھی یہی کلمہ پڑھتے ہیں: **لا الہ الا للہ** شرک کی اسی قسم کی تردید کے لئے ارشاد فرمایا:

ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا۔۔۔۔۔۔۔(الکھف، ۱۱۰)

ترجمہ: اور وہ اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

☆۔۔۔ مزید فرمایا: **والھکم الہ واحد۔ (الاسرار، ۲۳)**

ترجمہ: اور تمہارا معبود (صرف) ایک ہی معبود

☆۔۔۔ مزید فرمایا: **وقضی ربک الا تعبدو الا ایاہ۔**

ترجمہ: اور تیرے پروردگار کا فیصلہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو۔

لفظی اشتراک کی وضاحت: اگر کسی کے ذہن میں یہ بات آئے کہ جب شرک فی الصفات منع ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کو بھی حاجت روا، مشکل کشا، مددگار، شافی الامراض اور دافع ابلاء کہا جاتا ہے لیکن یہی صفتیں بندوں میں بھی مانی جاتی ہیں، تو کیا یہ شرک نہیں؟

جواب یہ ہے کہ بعض اوقات ایک لفظ اللہ تعالیٰ پر بھی بولا جاتا ہے اور اسی لفظ کا اطلاق مخلوق پر بھی ہوتا ہے، اسے "اشتراک لفظی" کہا جاتا ہے۔ اور یہ چیز قرآن و حدیث اور روزمرہ کی بول چال میں بہت عام ہے لیکن چونکہ ذات کے بدل جانے سے لفظ کے معنی و مفہوم میں بھی بہت ساری تبدیلی آ

جاتی ہے اس لیے اسے شرک قرار نہیں دیا جاتا کیونکہ جب ایک لفظ اللہ تعالی کے لیے بولا جائے اور وہی لفظ مخلوق کے لیے بولا جائے تو ذات باری تعالی کے لیے اس لفظ کا اور مفہوم ہوتا ہے۔ جبکہ مخلوق کے لیے وہ لفظ اور معنی میں استعمال ہوتا ہے چونکہ شرک میں برابری ہوتی ہے اس لیے جب تک معنی میں برابری نہ پائی جائے شرک نہیں ہوسکتا۔

اس کی چند مثالیں قرآن مجید سے ہی پیش خدمت ہیں:

☆..... اللہ تعالی رؤف ورحیم ہے:

ان اللہ بالناس لرؤف رحیم (البقرہ،۱۴۳)

☆.....اس نے حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کو بھی رؤف ورحیم کہا ہے:

بالمومنین رؤف رحیم (التوبۃ:۱۲۸)

☆..... اللہ تعالیٰ ''اعلیٰ'' ہے

سبح اسم ربک الاعلی (الاعلیٰ،۱)

☆.....یہی لفظ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے لیے بولا گیا ہے:

انک انت الاعلیٰ (طہٰ،۶۸)

☆.....تمام ایمان والوں کو بھی ''اعلیٰ'' فرمایا ہے:

وانتم الاعلون ان کنتم مومنین..........الایۃ (ال عمران۱۳۹)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وانتم الاعلون..............الایۃ (محمد،۳۵)

☆.....اللہ عظیم ہے:

وهو العلی العظیم (البقرہ،۲۵۵)

☆.....مزید فرمایا: فسبح باسم ربک العظیم (الواقعہ،۹۶)

☆.....اللہ تعالی نے اپنے محبوب کے خُلق کو بھی عظیم کہا ہے:

وانک لعلی خلق عظیم (القلم،۴)

☆..... اللہ کریم ہے

یا یھا الانسان ماغرک بربک الکریم (الانفطار،۶)

☆.....اس نے اپنے محبوب کو بھی کریم کہا ہے

انه لقول رسول کریم (التکویر،۱۹)

☆..... اللہ مولیٰ ہے:

انت مولنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الایۃ (البقرۃ،۲۸۶)

مزید فرمایا: بل اللہ مولکم۔۔۔۔۔۔الایۃ (آل عمران،۱۵۰)

☆.....اس نے حضرت جبریل علیہ السلام اور نیک بندوں کو بھی مولا کہا:

فان اللہ ھو مولہ وجبریل وصالح المومنین۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الایۃ (التحریم،۴)

☆..... اللہ علیم ہے:

ان اللہ بکل شئی علیم (البقرہ،۲۳۱)

☆..... اس نے بندوں کو بھی علیم کہا ہے:

وفوق کل ذی علم علیم (یوسف،۷۶)

☆.....اللہ بھی "ولی" ہے اور اس کا رسول اور ایمان والے بھی ولی ہیں۔

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الایۃ (المائدہ،۵۵)

☆.....اللہ تعالیٰ صراط مستقیم کی ہدایت دیتا ہے:

قل للہ المشرق والمغرب یھدی من یشاء الی صراط مستقیم (البقرۃ،۱۴۲)

☆..... اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بھی صراط مستقیم کی ہدایت دیتے ہیں:

وانک لتھدی الی صراط مستقیم۔۔۔(الشوریٰ،۵۲)

☆.....اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول دونوں دینے والے ہیں (داتا) ہیں۔

سیوء تینا اللہ من فضلہ ورسولہ۔۔۔۔(التوبۃ،۵۹)

☆.....اللہ اور اس کا رسول دونوں غنی کرنے والے (غریب نواز) ہیں:

اغنھم اللہ ورسولہ من فضلہ۔۔۔۔۔۔۔۔الایۃ (التوبۃ،۷۴)

☆.....اللہ شہید ہے:

واللہ شھید علی ماتعلمون (آل عمران،۹۸)

☆..... اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بھی شہید ہیں۔

ویکون الرسول علیکم شھیدا۔۔۔۔۔۔الایۃ (البقرہ،۱۴۳)

آج ہر فرقہ اپنے لوگوں کو بھی شہید کہتا پھرتا ہے۔

☆.....حمد اللہ تعالیٰ کے لیے ہے:

الحمد للہ رب العالمین۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الایۃ (الفاتحہ،۱)

☆..... اور قرآن نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو "محمد" کہہ کر یاد کیا ہے:

محمد رسول الله۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الایۃ (الفتح ۲۹)

جس کا معنی ہے الذی یحمد حمدا بعد حمد مرۃ بعد مرۃ کرۃ بعد کرۃ وہ ذات جس کی بار بار تعریف ہوتی رہے اور کبھی ختم نہ ہو۔ تو ثابت ہوا کہ محمد، مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے لیے بھی ہے۔

☆۔۔۔اللہ سمیع وبصیر ہے:

ان الله كان سميعا بصيرا (النساء۵۸)

☆۔۔۔اس نے ہر انسان کو سمیع وبصیر بنایا ہے:

فجعلنه سميعاء بصيرا (الدھر،۲)

☆۔۔۔اللہ تعالیٰ موت دیتا ہے:

الله يتوفى الانفسى حين موتها۔۔۔۔۔۔۔۔الایۃ (الزمر،۴۲)

☆۔۔۔ملک الموت اور دیگر فرشتے بھی موت دیتے ہیں:

قل يتو فكم ملک الموت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الایۃ (السجدہ،۱۱)

☆۔۔۔دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

اذا جآء احدكم الموت توفته رسلنا (الانعام۔۶۱)

☆۔۔۔تیسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

الذين تتوفهم الملكة طيبين۔۔۔۔۔۔۔۔(النحل،۳۲)

علاوہ ازیں قرآن مجید اور احادیث مقدسہ میں بہت ساری ایسی مثالیں موجود ہیں۔ سمجھدار لوگوں کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

مذکورہ الفاظ خالق اور مخلوق دونوں پر بولے گئے ہیں، لیکن شرک نہیں، کیونکہ ان کے معنی ومفہوم میں برابری نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ اللہ کی یہ صفتیں ذاتی، مستقل، دائمی اور قدیم ہیں جبکہ مخلوق کی یہ صفتیں عطائی، غیر مستقل، غیر دائمی اور حادث ہیں۔ ایسے ہی محبوبان خدا کو حاضر و ناظر، غیب جاننے والے، مددگار، مشکل کشا، حاجت روا اور داتا وغیرہ کہنا جائز ہے، شرک نہیں، کہ وہ ان تمام صفات ومراتب میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔

درج ذیل مضمون بغور ملاحظہ فرمائیں اور اپنے عقائد کی اصلاح کریں!

کیا اللہ کافی نہیں؟ عوام الناس کو ورغلانے کے لیے عام طور پر یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ کسی نبی ولی کو مشکل کشا، حاجت روا، غوث اور مددگار ماننے کی ضرورت نہیں کیونکہ "ہمارے لیے اللہ ہی کافی ہے"۔

جواباً۔۔۔۔گذارش ہے کہ کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کے کافی ہونے کا انکار نہیں کرتا لیکن اس جملے کا یہ معنی ہرگز نہیں ہے کہ "اللہ کافی ہے" تو اب نبیوں، ولیوں کی کوئی ضرورت نہیں ان سے رابطہ نہیں کرنا چاہئے، وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اگر یہ بات درست ہوتی تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنا نائب و ترجمان بنا کر دنیا میں بھیجتا ہی کیوں؟ مخلوق کو ان سے رابطے کا حکم کیوں دیتا؟ قرآن مجید میں جگہ جگہ ان کی عظمتیں کیوں بیان کرتا؟ انہیں اپنا گروہ اور اپنی جماعت نہ کہتا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون۔(المجادلہ،۲۲)

ترجمہ: یہ سب اللہ کی جماعت ہے، خبردار بے شک اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہے۔

☆.... اور ارشاد فرمایا:

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الایۃ (المائدہ،۵۵)

ترجمہ: تمہارا مددگار صرف اللہ، اس کا رسول اور تمام مومن ہیں۔

اگر نبیوں، ولیوں کا کوئی فائدہ نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ تنہا اپنی بات ہی فرمادیتا۔

ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے انبیاء کرام اور اولیاء عظام بھی فائدہ دیتے ہیں۔

اگر اللہ کو کافی سمجھتے ہوئے مشکل کے وقت حکیموں، وکیلوں، افسروں اور حاکموں کے پاس جانا شرک نہیں تو اسی طرح اللہ تعالیٰ کو کافی یقین کرتے ہوئے اس کے نمائندوں یعنی نبیوں، ولیوں کی بارگاہوں میں حاضری دینا بھی توحید کے خلاف نہیں ہے۔

اگر صرف اللہ ہی کافی ہے تو بتایئے!

کلمہ میں لا الہ الا للہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کیوں ہے؟

قرآن میں اطیعو اللہ کے ساتھ اطیعو االرسول کیوں ہے؟

قرآن کے ساتھ حدیث اور تفسیر وغیرہ کیوں پڑھی جاتی ہے؟

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر احکام شرع کی عملی صورت کے لیے رسول اللہ ﷺ خاتم النبین کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کا حکم کیوں ہے؟

معلوم ہوا کہ ''اللہ کافی ہے'' کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ نبی، ولی کچھ نہیں کر سکتے، ان کے پلے میں کچھ نہیں، وہ بے اختیار ہیں، ان سے رابطہ کرنے سے توحید کی مخالفت ہوتی ہے۔ نہیں۔۔۔ اور بالکل نہیں۔۔۔ بلکہ اس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سب کو کفایت کرتا ہے یعنی ہر ایک کو اس کے منصب و مرتبہ کے لحاظ سے نوازتا ہے، عام بندوں کو ان کی حیثیت سے اور اپنے محبوبوں کو ان کے رتبہ کے لحاظ سے نوازتا ہے۔ اور اس کے اذن سے انبیاء کرام اور اولیا عظام بندوں کو نوازتے اور نعمتیں دیتے ہیں۔

☆.... ارشاد نبوی ہے:

انما انا قاسم وخازن واللہ یعطی۔(بخاری جلد ا صفحہ ۴۳۹)

میں ہی (نعمتیں) تقسیم کرنے والا ہوں اور خزانے جمع رکھنے والا (خزانچی) ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔

☆ مزید فرمایا: فاللہ کافیکم ورسولہ۔ پس تمہیں اللہ اور اس کا رسول کافی ہے۔(طبرانی کبیر جلد ۲۲ صفحہ ۰۔۔ا، مجمع الزاوائد جلد۔صفحہ ۳۵۰)

☆ ..قرآن پاک میں تو یہاں تک فرمادیا:

یاایھالنبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الایۃ (الانفال،۶۴)

اے نبی! آپ کو اللہ (بھی) کافی ہے اور آپ کے پیروکار مومن بھی۔

''صرف اللہ کافی ہے'' نعرہ لگانے والے کیا اس آیت کو نہیں مانتے؟

داتا و گنج بخش: ہر چیز کا اصل خزانہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، وہی ان کا حقیقی مالک و متصرف ہے، مخلوق میں کوئی بھی اس کے اذن کے بغیر کسی شئے کا

مالک نہیں، اللہ تعالیٰ محض اپنے کرم سے اپنے پیاروں کو خزانے عطا فرمائے ہیں اور انہیں تقسیم فرمانے کا بھی اختیار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هذا عطاء نافامنن او امسک۔۔۔۔۔۔۔الایۃ (ص،۳۹)

(اے سلیمان!) یہ ہماری عطا ہے پس (چاہو تو) کسی کو بخش دو یا اپنے پاس رکھو۔

☆ مزید فرمایا: وما کان عطاء ربک محظورا۔۔۔۔۔(الاسراء،۲۰)

یعنی اے محبوب! تیرے رب کی عطا پر کوئی پابندی نہیں۔

☆ مزید فرمایا: ولو انهم رضوا ماآتهم الله ورسوله وقالو احسبنا الله سیو تینا الله من فضله ورسوله ۔الایۃ (التوبہ،۵۹)

اور اگر یہ لوگ راضی ہو جائیں اس پر جو اللہ انہیں عطا کرے اور اس کا رسول عطا کرے اور کہیں ہمیں اللہ ہی کافی ہے۔ عنقریب ہمیں اللہ تعالیٰ دے گا اپنے فضل سے اور اس کا رسول (بھی) دے گا۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس کو کافی ہوتا ہے جو اس کے رسول کی عطا کو بھی مانتا ہے۔

☆.....مزید فرمایا: اغنهم الله ورسوله من فضله۔۔۔۔۔الایۃ (التوبہ،۷۴)

اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم خاتم النبیین نے انہیں اپنے فضل سے غنی فرما دیا ہے

مزید ارشاد فرمایا: انعم الله علیه وانعمت علیه۔۔۔۔۔الایۃ (الاحزاب،۳۷)

اللہ تعالیٰ نے بھی اسے نعمت عطا فرمائی اور آپ نے بھی اسے نعمت عطا فرمائی ہے۔

ارشاد نبوی ہے:

وانی قد اعطیت مفاتیح خزائن الارض۔۔۔۔۔الحدیث۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۵۰۸۔ مسلم جلد ا صفحہ ۲۵)

ترجمہ: اور بے شک مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں۔

مزید ارشاد فرمایا:

فبینا انا نائم اوتیت مفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی۔ (صحیح بخاری کتاب الجہاد باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نصرت بالرعب مسیرۃ شہر ۲۸۱۵)

ترجمہ: اس دوران کہ میں سو رہا تھا میرے پاس زمین کے خزانوں کی چابیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھوں میں رکھ دی گئیں۔

فائدہ: یاد رہے کہ یہ عقیدہ یہودیوں کا تھا کہ اللہ تعالیٰ معاذ اللہ کنجوس اور بخیل ہے، وہ کسی کو کچھ نہیں دیتا، اللہ رب العزت نے اس عقیدے کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

وقالت الیهود ید الله مغلولة غلت ایدیهم ولعنوا بما قالوا بل یداہ ٥ میسوطتان ..... الایۃ (المائدہ،۶۴)

ترجمہ: اور یہودیوں نے کہا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں (یعنی وہ کنجوس ہے) ان (یہودیوں) کے ہاتھ بندھے ہوں گے وہ اپنی اس بات کی وجہ سے ملعون ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں۔ (یعنی اللہ تعالیٰ تو جواد و فیاض ہے)

ثابت ہوا کہ اللہ رب العالمین اپنے محبوبوں کو خزانے اور طاقتیں عطا فرماتا ہے۔

اهل بیت اطہار اور صحابہ کبار کا ادب و احترام

جناب محقق، العصر نباض ملت پیر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری مدظلہ العالی۔۔مدیر اعلیٰ الحقیقہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مملکت خداداد پاکستان اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا۔ ہمارے علماء ومشائخ نے دوقومی نظریے کی حفاظت کی خاطر تحریک قیام پاکستان میں قائدانہ کردار ادا کیا تب قائداعظم محمد علی جناح کامیابی سے ہمکنار ہوئے اور یہ خطہ پاک معرض وجود میں آیا۔ ہمارے اکابرین اور بانیان پاکستان کس قسم کا پاکستان چاہتے تھے اس پر ان کے خطبات، مکتوبات اور تاریخی واقعات شاہد عدل و ناطق ہیں۔ تاریخی جماعت رضائے مصطفی، تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس، خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس، خطبات قائداعظم، مکتوبات قائداعظم، اور قائداعظم کا مسلک وغیرہ کتابوں سے بھی مملکت خداداد پاکستان کے قیام کی غرض وغایت اظہر من الشمس ہے۔ آہ افسوس اسے بنانے والے سب اللہ کے حضور پہنچ گئے۔ ان کی اولادیں سیاست سے کنارہ کش ہو کر گوشہ نشین ہوگئیں۔۔ حالانکہ بقول اقبال "جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی اور پھر "منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے .." ہمارے اکابرین اور بانیان پاکستان اسے اسلام کی تجربہ گاہ بنانا چاہتے تھے۔۔ اس میں قرآن وسنت کا نفاذ چاہتے تھے۔ اسلام کا بول بالا چاہتے تھے۔ لیکن آہ افسوس اغیار نے تو اسے روز ازل ہی سے دل سے تسلیم نہیں کیا۔

اسلام اور بانی اسلام حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالفین، منافقین اور حاسدین نے یہاں اپنی ریشہ دوانیوں کا سلسلہ ہمیشہ جاری وساری رکھا، نہ صرف ہمارے ملک کی سرحدوں کو کمزور کیا بلکہ ہماری نظریاتی اور اعتقادی سرحدوں پر بھی حملہ آور ہوئے۔ ان کی سازشوں کے نتیجہ میں 1971ء میں ہمارے ملک کا ایک بازو بنگلہ دیش ہم سے کٹ گیا۔ درویش صفت وزیراعظم نواب زادہ لیاقت علی خان کو نہایت بے دردی سے شہید کر دیا گیا۔ قادیانیت ذریت نے تو یہاں کھل کر اپنا کھیل کھیلا۔ ان کی ریشہ دوانیاں جب عروج پر پہنچیں تو 1953ء میں ملک گیر تحریک ختم نبوت چلی، علماء ومشائخ اور عوام نے قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں اور قربانیاں دیں، 1974ء میں دوسری تحریک ختم نبوت بھی ملک بھر میں چلی اور الحمد للہ، یہ تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور 7/ستمبر 1974ء کو ہماری ملک کی قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو کافر قرار دیا۔ جس وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کے دور اقتدار میں انہیں سرکاری طور پر کافر قرار دیا گیا اسے ایک منظم سازش کے تحت ایک قتل کے مقدمے میں پھنسا کر تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔

اس سلسلے میں ڈاکٹر سید محمد سلطان شاہ کی کتاب "بھٹو اور قادیانی" ہماری آنکھیں کھولنے کے کافی ہے۔ ان تحریکوں میں اگرچہ تمام مکاتب فکر نے حصہ لیا لیکن مجاہد ملت علامہ محمد عبد الستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید خلیل احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ حافظ قاری شاہ احمد نورانی صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کا کردار آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اس کے باوجود قادیانیوں نے اپنے آپ "مسلمان" ہی سمجھا اور دنیا کے سامنے اپنے آپ کو "مظلوم بن کر پیش کیا۔۔ چنانچہ ان کی ریشہ دوانیوں میں کوئی کمی نہ آئی۔ شومئی قسمت کہ ہر بار ہماری بھولی بھالی عوام مختلف سیاسی

پارٹیوں کے دل فریب نعروں میں آ کر انہیں ووٹ دے کر اقتدار کے ایوانوں میں پہنچا دیتے ہیں۔

ان پارٹیوں میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جو لبرل اور سیکولر ہوتے ہیں۔ ان میں بعض مسلمان اراکین ایسے بھی ہوتے ہیں جو قرآن کریم کی چھوٹی سی چھوٹی سورت بھی نہیں پڑھ سکتے۔ بلکہ موجودہ وزیر اعظم تو ایسے چھپے "رستم" نکلے جو حلف اٹھاتے وقت لفظ "خاتم النبیین" بھی درست انداز میں نہ پڑھ سکے۔ سلمان تاثیر سابق گورنر پنجاب نے گستاخی کے زمرے میں سزا یافتہ اور حواس باختہ ملعونہ آسیہ کو جیل سے باہر نکال کر پریس کانفرنس کروائی اور پاکستان میں نافذ قانون تحفظ ناموس رسالت کو "کالا قانون" قرار دیا۔ اور علماء کرام کے فتاوی کو بھی نعوذ باللہ "جوتی کی نوک" پر رکھا۔۔ یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے ہمارا "قانون" حرکت میں نہ آیا۔ تب ایک غازی ملک ممتاز حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ کو غیض وغضب آیا اور پھر اس نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اسے "پھڑکایا" آہ ایک وہ بھی دور تھا کہ قائداعظم محمد علی ایک غازی علم دین شہید رحمۃ اللہ علیہ کا مقدمہ لڑیں اور مصور پاکستان علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ ان کے جنازے کے موقع پر یہ تاریخی الفاظ فرمائیں: اسی گلاں کردے رہے تے ترکھاناں دا منڈا بازی لے گیا"

ایک یہ دور ہے اسلامی ملک ہے لیکن اغیار کے دباؤ میں آ کر اس غازی کو تختہ دار پر لٹکایا گیا۔ اور آسیہ ملعونہ کو ملک سے بھگایا گیا۔ سرگودھا کے رسوائے زمانہ قادیانی تاجر کتب عبدالشکور کو بھی جیل سے رہائی دلوا کر امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ تک پہنچایا گیا۔ اس موقع پر سلمان تاثیر کے بیٹے کو اس کا ترجمان بنایا گیا اور پاکستان کے خلاف زہر اگلوایا گیا۔ چکوال میں اہل اسلام کی مسجد پر قادیانیوں کا قبضہ کرایا گیا۔ پشاور میں مدت سے بند پڑا ان کا "خانہ" کھلوایا گیا۔ عاطف قادیانی کو اقتصادی کونسل کا رکن بنایا گیا جب تحریک لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احتجاج ہوا تو تب اسے ہٹایا گیا۔۔ حلف نامہ کی عبارت میں عقیدہ ختم نبوت کو چھیڑا گیا۔ نصابی کتابوں میں سے بھی عقیدہ ختم نبوت کو حذف کرنے کی جسارت کی گئی۔ قادیانیوں کا قادیان تک کا سفر کرتار پور کھلنے کی صورت میں پورا ہوا۔ سدھو خود قادیان گیا اور قادیانیوں کا شکریہ ادا کیا۔

ہندوستان اور کشمیر میں مسلمانوں کی مساجد کو نہایت بے دردی سے شہید کیا جا رہا ہے اور ہمارے حکمران مملکت خداداد پاکستان کے دارالخلافہ میں سرکاری اراضی پر سرکاری خرچے پر ہندوؤں کی خوشنودی کے لیے "مندر تعمیر کر رہے ہیں۔ بات یہی پر ختم نہیں ہوئی بلکہ وزارت مذہبی امور کی جانب سے یہ اعلان بھی سامنے آیا ہے کہ وزیر اعظم کی ہدایت پر اسلام آباد ہی میں ہندو، سکھ، پارسی، اور دیگر مذاھب کے مذہبی مراکز بھی سرکاری خرچے پر بنائے جائیں گے چشم فلک نے ایسی "ریاست مدینہ" شاید ہی پہلے دیکھی ہو۔ ایئر پورٹ پر صحافیوں کے ایک سوال کے جواب میں شہزاد اکبر نے کھلم کھلا کہا کہ "ہاں مجھے قادیانی ہونے پر فخر ہے ۔" ایک طرف ملک میں یہ صورت احوال ہے اور دوسری طرف ہمارے کئی علماء ومشائخ آپس میں الجھ کر رہ گئے ہیں۔ بلکہ دو حصوں میں منقسم ہو گئے ہیں۔ ہمارے کئی علماء ومشائخ نے اس سلسلے میں مثبت کوششیں کیں لیکن کوئی نتیجہ سامنے نہ آیا۔

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ معصوم عن الخطا صرف انبیاء ومرسلین اور ملائکہ ہیں۔ اہل بیت اطہار اور صحابہ کبار محفوظ عن الخطا ہیں۔ لیکن سرعام اہل بیت اطہار اور صحابہ کبار میں سے کسی کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ خطا پر تھے بالخصوص سرکار دوعالم حضرت احمد مجتبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری اور لاڈلی بیٹی حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ صابرہ شاکرہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں۔ نہایت زور دے کر دو تین بار یہ کہنا "وہ خطا پر تھیں" انتہائی نامناسب الفاظ ہیں۔ (یہ بات یوں بھی کہی جا سکتی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی منشاء ہی یہی تھی، اللہ تعالیٰ کی حکمت اس طرح تھی، اللہ

تعالیٰ کی رضا اس طرح تھی وغیرہ)۔ پھر اس پر ڈٹ جانا، اڑ جانا اور تاویلیں کرنا اور کسی کی بھی نہ سننا ہمارے لیے باعث تشویش ہے۔ پھر جو بھی بات سلجھانے کی کوشش کرے اسے فوراً تفضیلی اور ایرانی لابی قرار دینا بھی انتہائی غلط ہے۔ علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی، علامہ سید حامد سعید کاظمی، علامہ سید مظفر حسین شاہ، علامہ مفتی مبارک، علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی، علامہ ابوالخیر پیر سید حسین الدین شاہ سلطان پوری، مولانا محمد اسحاق ظفر، علامہ ظہور احمد جلالی، علامہ سید محفوظ مشہدی، علامہ ضیاء المصطفیٰ، علامہ سید اولاد رسول قدسی مصباحی، علامہ سید نجیب حیدر، علامہ مفتی محمد اشرف القادری، رہروی، علامہ مفتی محمد سلیم بریلوی، علامہ سعید احمد اسعد، اور دیگر علماء ومشائخ کیا یہ سب بھی تفضیلی اور ایرانی لابی ہیں !!!! استغفر اللہ۔

یوں نہ دوڑیئے برچھی تان کر

اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

دوسرا نقصان یہ ہوا کہ اہل سنت کے خلاف رافضی، تفضیلی اور دیگر فرقے متحد ہو کر ہمارے علماء ومشائخ کے خلاف بھونکنا شروع ہو گئے ہیں تیسرا نقصان یہ ہوا کہ اب ہماری اسمبلیوں میں بھی اس جسارت " کے خلاف قراردادیں پاس ہونا شروع ہو گئی ہیں۔ چوتھا نقصان یہ ہوا کہ سوشل میڈیا پر ہر آدمی کو ہمارے علماء کے خلاف بولنے کی جرات ہو گئی پانچواں نقصان یہ ہوا کہ رافضی کھل کر حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلاف بھونکنا شروع ہو گئے ہیں۔ ان کے ایک ذاکر حامد سلطانی نے شیطانی کی ساری حدیں پار کر دی ہیں اور خلیفہ اول حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلاف اس نے وہ ہرزہ سرائی کی کہ الامان الحفیظ۔ اللہ جانے، انجام گلستان کیا ہوگا۔ ہر قسم کے گستاخوں کو زبان مل گئی ہے اور وہ ہرزہ سرائیوں میں مصروف ہیں۔ خدارا! وقت کی نزاکت کو سمجھیں اور اسے "انا" کا مسئلہ نہ بنائیں۔۔۔ ملک وملت کو درپیش مسائل پر توجہ دیں۔

اے عالمو! اے پیرو! خدارا خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ، اٹھو، کھڑے ہو جاؤ اور پھر کلمہ حق بلند کرو۔ اگر یہی حال رہا تو پھر تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں۔

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے

سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہم سب پر اپنا فضل وکرم فرمائے اور ہمیں عقل سلیم عطا فرمائے اور تحفظ ناموس رسالت، تحفظ ناموس اہل بیت اطہار اور تحفظ ناموس صحابہ کبار پر پہرہ دینے کی توفیق رفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

آل اطہار کا میں گدا ہوں میرے پاس اور کچھ بھی نہیں ہے
اس گدائی پہ قربان سب کچھ یہ گدائی بہشت بریں ہے

مجھ کو ان کے کرم کا سہارا، میرا ان کی عطا پر گزارا
ان کے نانا کی پھر ان کی رحمت، زندگی کی متاع ثمیں ہے

کیوں نہ گن گاؤں میں آل نبی کے کیوں نہ لوٹوں مزے بندگی کے
میرا مرشد ہے حسنی حسینی آسی کیا اور ایسا حسیں ہے

فضائل مدینہ منورہ

از قلم مجید احمد (سول انجینئر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نبی کریم ﷺ کی مدینہ منورہ کے متعلق احادیث مبارکہ

مدینہ منورہ جسے طیبہ بھی کہتے ہیں سطح سمندر سے ۶۱۹ میٹر بلند ہے۔ یہ شہر مکہ مکرمہ سے شمال کی جانب دو سو ساٹھ میل کے فاصلے پر واقع ہے اور ملک عرب کے صوبہ حجاز میں بلحاظ آبادی دوسرے نمبر پر ہے۔ اندازاً بارہ میل تک مدینہ منورہ کی حد حرم ہے۔ جس کے اندر شکار کرنا، درخت کھاڑنا، گھاس اکھاڑنی حرام ہے۔ ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ "اے اللہ! حضرت ابراہیم (علیہ السلام) تیرے خلیل اور پیغمبر تھے جن کی زبان پر تو نے مکہ کو بلد الحرام قرار دیا۔ اے اللہ! میں تیرا بندہ اور پیغمبر ہوں اور مدینہ کو اس کے دونوں پتھریلے کناروں کے درمیان تک حرم قرار دیتا ہوں"۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مدینہ منورہ کے بارے میں یہ دعا فرمائی۔" اے اللہ! مدینہ کو ہمیں مکہ کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔"۔ مدینہ منورہ دنیائے اسلام کا سب سے پیارا، بابرکت اور مقدس شہر ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ کے آخری رسول سید الانبیاء، خاتم النبیین، احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ عالی علیہ والہ وسلم آرام فرما ہیں۔ ہجرت سے پہلے یہ شہر یثرب کے نام سے موسوم تھا۔ قرآن پاک میں یہ نام سورہ احزاب میں آتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، ایک ایسے شہر میں ہجرت کا حکم ہوا ہے جو تمام شہروں پر غالب آئے گا (یعنی سب کا سردار بنے گا)۔ لوگ اسے یثرب کہتے ہیں لیکن اس کا نام مدینہ ہے۔ وہ برے لوگوں کو اس طرح باہر کر دیتا ہے، جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو نکال دیتی ہے۔ (صحیح بخاری، ۱۸۷۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے اگر میں مدینہ میں ہرن چرتے ہوئے دیکھوں تو انہیں کبھی نہ چھیڑوں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مدینہ کی زمین دونوں پتھریلے میدانوں کے درمیان حرم ہے۔ (صحیح بخاری:۱۸۷۳)

حضرت ابوزہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا" یمن فتح ہوگا تو کچھ لوگ اپنی سواریوں کو دوڑاتے ہوئے لائیں گے اور اپنے گھر والوں کو اور ان کو جوان کی بات مان لیں گے سوار کر کے مدینہ سے (واپس یمن) لے جائیں گے (کاش! انہیں معلوم ہوتا کہ مدینہ ہی ان کے لئے بہتر تھا۔ اور عراق فتح ہوگا تو کچھ لوگ اپنی سواریوں کو تیز دوڑاتے ہوئے لائیں گے اور اپنے گھر والوں کو اور ان کو جو ان کی بات مانیں گے اپنے ساتھ (عراق واپس) لے جائیں گے۔ کاش انہیں معلوم ہوتا کہ مدینہ ہی ان کے لئے بہتر ہے۔

(صحیح بخاری:۱۸۷۶)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ اہل مدینہ کے ساتھ جو شخص بھی فریب کرے گا وہ اس طرح گھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ (صحیح بخاری)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اسلام پر بیعت کی، دوسرے دن آیا تو اسے بخار چڑھا ہوا تھا، وہ کہنے لگا کہ میری بیعت کو توڑ دیجئے۔ تین بار اس نے یہی کہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے انکار کیا، تو وہ وہاں سے نکل کر چلا گیا تب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ کی مثال بھٹی کی سی ہے کہ میل کچیل کو دور کر دیتی ہے اور خوشبو کو معطر کر دیتا ہے یعنی بہتر کو بہتر تر کر دیتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ایک غزوہ سے واپس تشریف لا رہے تھے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے اپنے مونہوں پر دھول سے بچنے کے لئے کپڑے سے ڈاٹے بنائے ہوئے تھے۔ جب مدینہ منورہ کی زمین پاک آئی تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے سب صحابہ کرام کو حکم دیا کہ اپنے مونہوں سے ڈاٹے کھول دو، کیونکہ مدینہ کی مٹی شفاء ہے۔

حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا ہے

اس خاک نے چومے ہیں قدم سرورِ دیں کے
ورنہ کبھی دیکھا ہے کہ مٹی بھی شفا ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بنو سلمہ نے چاہا کہ اپنے دور والے مکانات چھوڑ کر مسجد نبوی سے قریب اقامت اختیار کر لیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے یہ پسند نہیں فرمایا کہ مدینہ کے کسی حصہ سے بھی رہائش ترک کی جائے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اے ابو سلمہ! تم اپنے قدموں کا ثواب نہیں چاہتے، چنانچہ ابو سلمہ نے (اپنی اصل اقامت گاہ ہی میں) رہائش باقی رکھی"۔

(صحیح بخاری: ۱۸۸۸)

مسجد نبوی کی عظمت، فضیلت اور شان کی مثال دنیا میں کسی اور جگہ نہ ملتی ہے اور نہ ہی مل سکے گی۔ اس مسجد کی سب سے بڑی عظمت یہ ہے کہ یہ مسجد روئے زمین پر ہمارے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دست اقدس سے تعمیر شدہ مسجد ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم خاتم النبیین ہیں، اب نہ کوئی نبی آئے اور نہ ہی اس کے ہاتھ سے کوئی مسجد تعمیر ہوگی۔ اسی مسجد کو سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنی قیام گاہ کے لئے پسند فرمایا۔ یہ اعزاز و عظمت قیامت تک کے لئے مسجد نبوی کے حصہ میں آیا ہے۔ اس بابرکت مسجد میں جن و انساں بلکہ فرشتے بھی ہمہ وقت محبوب رب العالمین کے حضور درود و سلام کے نذرانے پیش کرتے ہیں اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

حضور آپ ہیں ختم الرسل خدا کی قسم — حضور آپ ہیں مولائے کُل خدا کی قسم
حضور آپ کی نظر کرم کے پانی سے — تمام جرم و خطا جائیں دھل خدا کی قسم
گھٹی ہے آپ کی عظمت نہ گھٹ سکتی ہے — عدو مچاتے پھریں شور و غل خدا کی قسم

حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی قدس سرہ

حضور نقش لاثانی کے اخلاق کریمانہ

حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی قدس سرہ القوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اخلاق اُن عادتوں کو کہا جاتا ہے جو کسی انسان کی طبیعت کا حصہ بن جائیں۔ اس کا واحد ہے خُلُق یا خُلْق۔ عادتیں اچھی بھی ہوتی ہیں اور بری بھی لہٰذا انسان اچھے اخلاق والے بھی ہوتے ہیں اور برے اخلاق والے بھی۔

اسلام دینِ کامل ہے اس نے چند عقائد اور چند عبادات ہی کی طرف رہنمائی نہیں کی بلکہ زندگی کے ہر پہلو کے بارے میں ہدایات دی ہیں۔ اس نے بڑی تفصیل سے اچھے اور برے اخلاق کی نشاندہی کی اور اپنے ماننے والوں کو اچھے اخلاق اپنانے اور برے اخلاق سے بچنے کی تاکید فرمائی۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر اسلام کے صرف اخلاقی نظام پر پورے خلوص سے غور کر لیا جائے تو بھی اس کی حقانیت میں کوئی شک نہیں رہ سکتا۔ اور یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ہر زمانے کی طرح موجودہ زمانے کا انسان بھی اسلام کا سخت محتاج ہے اور اس کے سوا انسانی مسائل کا کوئی حل نہیں۔ دورِ حاضر اپنی حیرت انگیز سائنسی اور تکنیکی ترقیات کے باوجود بیچارے 'انسان' کی اپنی زندگی میں کوئی انقلاب نہیں لا سکا اور انسان پہلے کی طرح توہمات کا شکار ہی نہیں، اپنے اخلاق و کردار میں عموماً حیوانات کی سطح سے بھی نیچے گر چکا ہے بلکہ اس 'اشرف المخلوقات' کو اپنے مسائل کا شعور ہے اور نہ ان کے حل کی تلاش کا مخلصانہ جذبہ۔ حضرت اکبر الٰہ آبادی علیہ الرحمہ نے کالج کے نوجوانوں کے بارے میں فرمایا تھا۔

یہ طفل ناداں، غریقِ غفلت، ہوائے ذلت میں تن رہے ہیں
خبر نہیں ہے، نظر نہیں ہے، بنائے جاتے ہیں، بَن رہے ہیں

خیر یہ تو طفل ناداں کا حال تھا، اب اسی کا نہیں، یوں لگتا ہے جیسے تہذیبِ حاضر نے عام انسان کو اس سے بھی زیادہ افسوسناک اور تاریک ذہنی فضا میں بند کر دیا ہے، اُسے اپنی پہچان ہے اور نہ اپنے اردگرد کی دنیا کی۔ اُس کی زندگی کا کوئی مقصد رہ گیا ہے اور نہ کوئی حقیقی طلب۔ خود اپنے

بارے میں اس کی سوچیں پست و محدود ہیں اور امیدیں بے نور۔ یہی صورتِ حال تھی انسان کی جب کوہِ فاراں سے غلغلۂ حق بلند ہوا گویا،

؎ وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی ﷺ
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلادی

حضور رحمۃ للعلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جلوہ گر ہوئے اور آپ کے جلوؤں کی روشنی میں انسان توہمات کی تاریکیوں سے آزاد ہو کر اپنی ابتداء وانتہا اور جادہ و منزل سے ہی نہیں اپنے خدا سے بھی آشنا ہو گیا۔ وہ لات وعزّیٰ کی جھوٹی خدائی کے اعتقاد ہی سے بیزار نہ ہوا، بلکہ توحید و ایمان کے نشے سے سرشار ہو کر ساری خدائی کے لئے پیغامِ امن و اماں بن گیا۔ چنانچہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سچے غلاموں نے جس جس سر زمین پر قدم رکھا، اسے بقعۂ نور بناتے گئے۔ انسانوں کو غلامی سے نجات دلا کر صدق و صفا، مہر و وفا، شرم و حیا سے مالا مال کرتے گئے۔ جہاں جہاں اسلام پہنچا، وہاں سے کفر و شرک کے اندھیرے ہی نہیں ظلم و ستم کے بادل بھی چھٹ گئے۔ ذات پات اور طبقاتی امتیازات کی جگہ عدل و مساوات اور مہر و مواخات نے لے لی۔ دنیا بھر کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں جہاں کہیں بھی فضائل اخلاق پہنچے اسلام کے ذریعے پہنچے۔ دین اسلام اور حسن اخلاق کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اگر انھیں چند حقائق پر غور کر لیا جائے تو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا یہ فرمانِ ذیشان اپنی پوری صداقتوں کے ساتھ قلب و نظر پر چھا جاتا ہے کہ

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ (موطا شریف)

ترجمہ: میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں

ایک اور روایت ملاحظہ ہو مزینہ کا ایک شخص راوی ہے کہ

قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَا خَیْرُ مَا اُعْطِیَ الْاِنْسَانُ

ترجمہ: لوگوں نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انسان کو جو چیزیں دی گئی ہیں۔ ان میں بہتر کیا ہے۔

قَالَ الْخُلُقُ الْحَسَنُ (فرمایا: حسن اخلاق)

اسلام میں اخلاق کی اہمیت سمجھنے کے لئے اس فرمان کو بھی سامنے رکھیں۔ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔

اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَیُدْرِکُ بِحُسْنِ خُلُقِہٖ دَرَجَۃَ قَائِمِ اللَّیْلِ وَصَائِمِ النَّھَارِ (ابوداؤد شریف)

ترجمہ۔ بیشک مومن اپنے حسن اخلاق سے راتوں کو قیام کرنے والے اور دنوں کو روزہ رکھنے والے کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔

اسلام کی تعلیمات کا کامل نمونہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کے بعد صوفیا و اولیاء کی سیرت و کردار میں نظر آتا ہے۔ اپنے اپنے دور میں یہ لوگ اسلام کے بہترین نمائندے اور سفیر تھے۔ کفر و شرک میں ڈوبے ہوئے لوگ ان نفوسِ قدسیہ کی خدمت میں بیٹھتے، ان کا قول و فعل دیکھتے، ان کی صحبت کے فیوض و برکات محسوس کرتے اور پھر انھیں کے ہو جاتے۔ دل پر ظلمات کی جو تہیں جمی ہوتی ہیں، وہ قیل وقال سے اترنے والی نہیں ہوتیں، اُن کے لیے صوفیہ کا اخلاق ہی کارآمد ہوتا ہے۔ بلکہ تاریخ میں ایسے واقعات بھی محفوظ ہیں کہ لوگوں نے اللہ والوں کی زیارت کی اور دیکھتے ہی بدل گئے ایسا کیوں نہ ہوتا، حدیثِ پاک میں اللہ والوں کی یہ پہچان بتائی گئی ہے کہ

اِذَا رُءُ وْا ذُكِرَ اللّٰہ (جب انھیں دیکھا جاتا ہے تو اللہ یاد آجاتا ہے۔)

وہ تصوف جسے بجا طور پر اسلام کا روحانی نظام کہا جاسکتا ہے، حسنِ اخلاق ہی سے عبارت ہے۔ یہاں اسی نکتے کی وضاحت کے لئے بعض صوفیۂ کبار کے ارشادات درج کیے جاتے ہیں۔

نبیرۂ شہنشاہِ کربلا حضرت سیدنا امام باقر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

اَلتَّصَوُّفُ خُلُقٌ فَمَنْ زَادَ عَلَيْكَ فِي الْخُلُقِ زَادَ عَلَيْكَ فِي التَّصَوُّفِ

ترجمہ: تصوف خوش اخلاقی کا نام ہے، جس میں خوش اخلاقی تجھ سے زیادہ ہے، اس میں تصوف تجھ سے زیادہ ہے۔

حضرت ابوالحسن نوری قدس سرہ کا ارشاد ہے:

لَيْسَ التَّصَوُّفُ رُسُوْماً وَلاَ عُلُوْماً وَلٰكِنَّهٗ اَخْلاَقٌ

ترجمہ: تصوف رسوم علوم نہیں بلکہ (سراسر) اخلاق ہے

حضرت مرتعش رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

اَلتَّصَوُّفُ حُسْنُ الْخُلُقِ

ترجمہ: تصوف حسن خلق ہے

حضرت ابوعلی قزوینی علیہ الرحمۃ اس کی یوں تعریف فرماتے ہیں

اَلتَّصَوُّفُ هُوَ الْاَ خْلاَقُ الرَّاضِيَةُ. (الرضیۃ)

ترجمہ: تصوف پسندیدہ اخلاق کا نام ہے

یاد رہے تصوف میں تکلف وتصنع اور ریا وسمعہ کا کوئی دخل نہیں، اس میں اخلاص ہی اخلاص ہے۔ جیسا کہ اوپر گزرا تصوف رسم نہیں، حقیقت ہے، علم تک محدود نہیں بلکہ ہر علم کو عملی جامہ پہنانے کی تدبیر ہے۔ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ایک ایک ادا اور ایک ایک فرمان پر مر مٹنے کا نام ہے۔ یہاں فکرِ فلک پیما سے سروکار نہیں، عقل مصلحت بیں کی احتیاج نہیں، عشق ہے، محض عشق ہے، محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا اشارہ ملا اور صوفی جان کی بازی لگانے پر تیار ہوگیا۔ لوگ دیوانہ کہتے ہیں تو کہیں، بنیاد پرست جانتے ہیں تو جانیں، دنیا مخالف ہوگئی ہے تو ہونے دو، کوئی بات نہیں سنتا تو نہ سنے، عشق کو اس سے کیا غرض، وہ تو خود بھی ایک محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی ہی سنتا ہے۔ اُسی کے تصورات میں مگن ہے، اسی کے خیالات میں کھویا ہوا ہے۔ اسی کی محبت میں ڈوبا ہوا ہے، اسی کی تعمیلِ ارشاد کے لئے وقف ہے۔ آپ کسی بھی صوفی کے قریب آکر دیکھ لیجئے، کسی بھی صوفی کے سیرت کے اوراق کا مطالعہ کر لیجئے۔ وہ باقی دنیا سے الگ تھلگ نظر آئے گا۔ کتنے ہی علم والے ہیں جنھوں نے بحث ومناظرہ کی بساط بچھا رکھی ہے۔ کتنے ہی عقل والے ہیں جو حکم ٹالنے کے لئے حیلوں کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔ کتنے ہی محقق ہیں جنھوں نے اپنی منوانے کے لئے حدیث پاک کے کثیر حصے کو ضعیف کہہ کر عمل کی دنیا سے خارج کر دیا ہے اور کتنے ہی فقیہ ایسے ہیں جو عزیمت کے مقابلے میں رخصت کے دلدادہ ہیں۔ مگر صوفی، اگر نام نام نہاد نہیں، تو اُسے کسی حیلے بہانے کی ضرورت نہیں، وہ ہولناک آندھیوں سے نہیں ڈرتا، وہ منہ زور طوفانوں سے بچنے کی کوشش نہیں کرتا، اُسے آرام وآسائش کا سودا نہیں اور تو اور اُسے زندگی تک سے پیار نہیں اس کی آرزو ہے تو صرف یہ کہ محبوب اور محبوب کا محبوب صلی

اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم راضی ہو جائیں۔ وہ اسی کو حیات اور اسی کو مقصدِ حیات سمجھتا ہے۔ عقل والے ابھی اپنے محبوب کے فرمان کی گتھیاں سلجھانے میں مصروف ہوتے ہیں اور صوفی اس پر عمل پیرا ہو کے انعامات سے بھی مالا مال ہو چکا ہوتا ہے۔ کیا خوب فرمایا حضرت حکیم الامت نے

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی
عشق فرمودۂ قاصد سے سبک گامِ عمل
عقل سمجھی ہی نہیں معنیٔ پیغام ابھی

دورِ حاضر میں عموماً صوفی کے لبادے میں جو لوگ نظر آتے ہیں، ان میں اکثر اُسی طرح ناخالص ہیں جیسے معماران قوم، جیسے خوردنی اشیاء۔ جیسے ادویہ، آپ دیکھتے ہیں ہمارے سکولوں اور کالجوں میں کیسی بے راہ روی ہے، نئی نسل کس تیزی سے منزلِ مقصود سے دُور ہو رہی ہے، آخر کیوں؟ اس کی اہم وجہ یہی ہے کہ اساتذہ کرام جنھیں معمارانِ ملت کہا جاتا ہے، اپنے فرائضِ منصبی سے غافل ہو چکے ہیں۔ ہمارے تعلیمی اداروں میں تربیت کا کوئی انتظام نہیں طلبہ شترِ بے مہار ہوتے جا رہے ہیں کہ جنھیں سنبھالنا چاہیے تھا، انھیں سنبھالنے کا شعور تک نہیں، وہ عموماً خود شترِ بے مہار ہیں۔ حضرت علامہ نے خوب فرمایا تھا۔

گلا تو گھونٹ دیا اہلِ مدرسہ نے ترا!!
کہاں سے آئے صدا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

یہی حال دورِ حاضر کے عام صوفی کا ہے، عموماً یہ بھی راہ سے بھٹک کر رہ گیا ہے۔
بقول حضرت اقبال علیہ الرحمہ

وہ صوفی کہ تھا خدمتِ حق میں مرد
محبت میں یکتا، حمیت میں فرد
عجم کے خیالات میں کھو گیا!
یہ سالک مقامات میں کھو گیا

مگر جس طرح اساتذہ میں بھی اگرچہ بہت ہی کم سہی ایسے اخلاص کے پیکر مل جاتے ہیں، جو دورِ حاضر میں ہونے کے باوجود مسلمانوں کے تابناک ماضی کی یادگار ہیں اور اپنے تلامذہ کو علم وعمل کی بہترین صلاحیتوں سے آراستہ کرنے کے آرزومند رہتے ہیں، یونہی الحمدللہ صوفیہ میں بھی اگرچہ خال خال سہی، سلف صالحین کے نمونے مل جاتے ہیں، یعنی وہ جن کی اداؤں میں سنتِ معلمِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے جلوے نظر آتے ہیں، جو ذکرِ خداوندی کے اس مقام پر فائز ہوتے ہیں کہ جسے دیکھتے ہیں اُسے بھی ذاکر بنا دیتے ہیں، اور جس پر توجہ ڈالتے ہیں اُسے بھی خوفِ غیر اللہ اور حُبِّ ماسوی اللہ سے پاک کر دیتے ہیں۔ سچ پوچھئے تو آج اگر کسی دل میں خدا اور محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے عشق کا چراغ روشن ہے تو انھیں کا صدقہ ہے اور معاشرے میں کہیں شرم وحیا کے مظاہر نظر آتے ہیں تو انھیں کی بدولت ہیں۔ اس نفسی نفسی کی ظلمات میں انسانی ہمدردی اور اخلاص و ایثار کی کوئی کرن روشن ہے تو ان کے نورِ باطن کے فیض سے ہے۔ گنتی میں بہت تھوڑے سہی مگر برکات میں بہت زیادہ ہیں۔ وہ لوگ جو

'انسانیت' سے مایوس اور زندگی سے بددل ہو چکے ہوں، انہیں دیکھ کر اُن کی روح کی مرجھائی کلیاں کِھل جاتی ہیں اور وہ نئے ولولے اور نئے حوصلے سے سرشار ہو جاتے ہیں، ان کی بارگاہ میں عقیدہ ہی درست نہیں ہوتا، زندگی کے نئے نئے حسین قرینے بھی سامنے آتے ہیں اور انسان حسن ادب سے بھی آشنا ہو جاتا ہے۔

جس بندۂ خدا کا تذکرہ یہاں مقصود ہے، الحمدللہ وہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی آل پاک میں شامل ہونے کی بنا پر فکر و عمل کی خصوصی صلاحیتوں سے فطری طور پر آراستہ تھا، پھر دورِ آخر کے لاثانی شیخ اور لاثانی مربی حضور شہنشاہِ لاثانی قدس سرہ کی تربیت نے سونے پر سہاگے کا کام کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور شاہِ لاثانی قدس سرہ کے وصال تک یہ اُن کی لاثانی تربیت کا شاہکار بن چکے تھے اور حضور شاہِ لاثانی اس بات کا اپنے مخصوص انداز میں اظہار بھی کرتے رہتے تھے۔ یہ تربیت چونکہ خلفا بلکہ خاندان کے دوسرے افراد سے بھی ممتاز مخصوص، جامع، اعلیٰ تھی، اس لئے شاہِ لاثانی کے اشاروں سے بھی اس کی عظمت یکتا واضح ہوتی رہتی تھی۔

ایک صوفی کی حیثیت سے اعلیٰ تربیت سے مراد ہے اخلاق حسنہ کی تربیت جیسا کہ صوفیۂ کرام کے ارشادات کی روشنی میں اوپر واضح ہو چکا کہ تصوف دراصل حسنِ اخلاق کا نام ہے اور حسن اخلاق کا معیار ہے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے خلق عظیم کی اتباع۔ حقیقت یہی ہے کہ حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے عمر بھر ہر پہلو میں سنتِ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہی کو پیشِ نظر رکھا رنج و راحت میں، سفر و حضر میں اٹھتے بیٹھتے اسی کو قبلۂ مقصود ٹھہرایا اور اسی کی روشنی میں سفرِ حیات طے کیا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے اخلاق کریمانہ کا ذکر کرتے ہوئے اُسی تربیت کو سامنے رکھا جائے جو مشہور عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ نے 'سیرت رسول عربی' میں حضور سرورِ عالم و عالمیاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے خلق عظیم کے بیان میں ملحوظ رکھی ہے۔

صبر، حلم و عفو: قرآنِ پاک میں صبر کی فضیلت یوں بیان فرمائی گئی ہے۔

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ

ترجمہ: بیشک صبر کرنے والوں کو بغیر حساب کے اُن کا اجر دیا جائے گا

دوسرے مقام پر فرمایا

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ. (سورۃ البقرہ)

بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

حدیث پاک میں ہے۔

مَا اُعْطِیَ اَحَدٌ عَطَاءً هُوَ خَیْرٌ وَّ اَوْسَعُ مِنَ الصَّبْرِ (متفق علیہ)

ترجمہ: کسی شخص کو صبر سے زیادہ اچھی اور وسیع نعمت نہیں دی گئی۔

صبر کسے کہتے ہیں؟ علماءِ محققین فرماتے ہیں

"اَلصَّبْرُ حَبْسُ النَّفْسِ عِنْدَ الْاٰلَامِ وَالْمُؤْذِیَاتِ

یعنی تکلیف پہنچانے والے اور اذیت رساں حالات میں انسان اپنے آپ کو بے قابو نہ ہونے دے بلکہ اپنے نفس کی باگ مضبوطی سے

پکڑے رہے تاکہ وہ سلطانِ عقل کے سامنے سرِ تسلیم خم کردے اور عقل اُسے جو حکم دیتی ہے اس پر اطمینان سے گامزن ہوجائے (ضیاء النبی)

ابوعثمان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "اگر کسی عبادت پر بہترین جزا ہوسکتی ہے تو وہ صبر ہے کیونکہ صبر کی جزا سے بڑھ کر کوئی جزا نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوٓا أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

ترجمہ: اور ہم صبر کرنے والوں کو ان کے اعمال کی بہترین جزا دیں گے، (رسالہ قشیریہ)

ذوالنون قدس سرہ فرماتے ہیں "اللہ کے احکام کی مخالفت سے دُور رہنے کا، اور مصائب کے گھونٹ پینے پر سکون واطمینان اور زندگی کے مید ان میں باوجود محتاجی کے اپنے آپ کو مالدار ظاہر کرنے کا نام صبر ہے۔ خواص قدس سرہ کہتے ہیں، کتاب وسنت کے احکام پر ثابت قدم رہنا صبر ہے"

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

'صبر دو طرح کا ہوتا ہے، فرض اور فضیلت۔ فرض صبر یہ ہے کہ فرائض کی تکمیل اور محرمات سے بچنے کے لئے (خواہشات پر) صبر کیا جائے اور فضیلت صبر میں یہ پانچ شامل ہیں۔ ۱۔ فقر پر صبر کرنا۔ ۲۔ پہلے صدمے پر صبر کرنا ۳۔ اپنے مصائب اور تکالیف کو چھپانا اور شکوہ نہ کرنا ۴۔ فقر اور درویشی کو چھپانے پر صبر کرنا۔ ۵۔ اپنے کمالات وکرامات اور فیوض کو چھپانا اور اس کوشش پر صبر کرنا اور آیات وعبر کا مشاہدہ کرنا۔

کتاب وسنت میں صبر کی جو عظمت بیان کی گئی ہے اور اس کی روشنی میں صوفیۂ عظام علیہم الرضوان نے صبر کی جو تعریف کی ہے اسے ملحوظ رکھ کر حضور نقشِ لاثانی کی سیرت کا مطالعہ کریں تو یہ بات بالکل ظاہر ہوجاتی ہے کہ آپ صبر کی ان تمام قسموں کے جامع تھے۔

قدم قدم پر آپ کو مصائب وآلام سے دوچار ہونا پڑا مگر آپ کو قدرتِ کاملہ نے ایسا وسیع الظرف اور بلند حوصلہ بنایا تھا کہ کسی بڑی سے بڑی مصیبت میں بھی آپ کے ہاتھ سے صبر واستقامت کا دامن نہیں چھوٹا، آپ ابتدائی حالات میں پڑھ آئے ہیں کہ آپ کے سر سے والدین کا سایہ یکے بعد دیگرے بچپن ہی میں اُٹھ گیا تھا اور حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی سیرت وسنت کے مطابق آپ عمر مبارک کے ابتدائی سالوں میں ہی یتیم الطرفین ہوگئے تھے۔ خدا کے حبیب اعظم' دارین کے مولائے معظم، محشر کے شفیعِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے والدِ ماجد تو آپ کی ولادتِ باسعادت سے چند روز پہلے وصال فرماگئے اور پھر چھ سال کی عمر عزیز میں والدۂ ماجدہ بھی ملکِ بقا کو کوچ فرماگئیں۔ اب آپ اپنے جدامجد حضرت سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے پاس رہنے لگے۔ سیدی حضور نقشِ لاثانی کے والدِ ماجد اور پھر والدۂ ماجدہ علیہم الرحمہ دونوں کا آپ کے بچپن میں انتقال ہوگیا تو آپ بھی بلاواسطہ اپنے جدِ امجد حضور شاہِ لاثانی قدس سرہ کی کفالت وتربیت میں آگئے۔ دَورِ یتیمی میں جس قدر بھی راحت وآسائش کیوں نہ ہو، یتیمی پھر یتیمی ہوتی ہے۔ اگر قدرتِ کاملہ کی طرف سے بچہ بلند ہمت ہو تو صبر کی جو تربیت یتیمی کے دَور میں ملتی ہے، اس کا جواب نہیں (اور اگر خدانخواستہ بچہ فطری طور پر حوصلہ مند نہ ہو تو قدم قدم پر بھٹکنے کے امکانات بھی بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ کئی لوگ بچپن کی محرومیوں کے داغ لے کر جوانی میں قدم رکھتے ہیں اور پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ضدی چڑچڑے، جھگڑالو بدکردار ہوجاتے ہیں۔ مگر یہاں ایسا معاملہ نہیں تھا۔ حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ فطری طور پر صابر اور قناعت پسند تھے، کچھ مل گیا تو خوش اور نہ ملا تو بھی راضی۔ محرومی اس وقت ہوتی ہے، جب کوئی خواہش پوری نہ ہو، اور اگر کوئی خواہش ہی نہ ہو تو محرومی کیسی، آپ کی ہمشیرہ مرحومہ جو عمر میں آپ سے بڑی تھیں، ایک دفعہ کسی ذریعے سے اُن سے حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ کے بچپن کا حال پوچھا تو فرمانے لگیں۔ آپ کسی چیز کے نہ ملنے پر بچوں کی طرح روتے نہیں تھے بلکہ اگر اپنے ہاتھ میں کوئی چیز ہوتی تو بھی اسے دوسروں کو دے کر بڑوں کی طرح انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ یہ تھا فطری استعداد کا اظہار مگر جب حضور شہنشاہِ لاثانی قدس سرہ نے تربیت

فرمائی تو اسے چار چاند لگ گئے۔

حضور شہنشاہِ لاثانی رضی اللہ عنہ کئی مربعہ اراضی کے مالک تھے۔اس لئے گھر میں نہایت وسیع زمینداری تھی۔زمین پر کام کرنے والوں کی دیکھ بھال ایک طرف،عوام وخواص میں سے بیسوں مہمان جو صبح وشام دربار شریف حاضر ہوتے تھے،ان کی مہمان نوازی دوسری طرف،اس قسم کی ان مصروفیات کا آغاز آغازِ شباب سے پہلے ہی ہو گیا تھا۔صبر وحوصلہ دیکھئے۔جہاں بڑے بڑے جوانوں کے حوصلے پست ہو گئے تھے اور وہ آگے آ کر پھر پس منظر میں چھپ گئے وہاں ایک نوخیز نوجوان بکمال طمانیت میدان میں اتر رہا ہے(اور میدان مار رہا ہے)

حضور شہنشاہِ لاثانی قدس سرہ کے دربار میں ولیعہد کی حیثیت سے گویا آپ نائب مہتمم تھے اور اس حیثیت سے آپ کی مصروفیات کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔تعویذات،ڈاک کا جواب دینا،نمازوں میں امامت کرنا،اور اس قسم کے دوسرے انتظامی امور اور ان سب سے بڑھ کر اپنے جد امجد،اپنے محسن ومربی،اپنے پیرومرشد حضور شہنشاہِ لاثانی قدس سرہ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر باشی،جو سب سے سخت اور اہم فریضۂ محبت وعقیدت تھا۔مہمان محوِ خواب ہیں،درباری آرام کر رہے ہیں اور شہنشاہِ لاثانی قدس سرہ کا ولیعہد ہر کام سے فارغ ہو کر اپنے شیخ کے دروازے پر کھڑا ہے۔اُدھر سے 'ہوں' کی آواز ابھری،ادھر یہ سراپا نیاز،سراپا ادب،سراپا تسلیم ورضا حاضر۔وقت گزر رہا ہے،رات بیت رہی ہے مگر بندۂ عشق کھڑا ہے۔فرمایئے ایسی سخت تربیت اور ایسے سخت مجاہدے کی دَورِ حاضر میں کہیں مثال ہے۔نہیں نہیں کیسا عجیب منظر ہے،شیخِ لاثانی،ارادت لاثانی' تربیت لاثانی اور شاہکار نقشِ لاثانی۔وہ لوگ جن کے مقاصد آسمان کی طرح بلند اور ارادے پہاڑ کی طرح مضبوط ہوتے ہیں۔اس قسم کی تربیت سے نوازے جاتے ہیں۔حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے نوجوان طالب علم کو اسی قسم کی تلقین فرمائی ہے۔

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے
کہ ترے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

اسی تربیت کا فیض تھا کہ طبیعت رات دن کام کر کے بھی اکتاہٹ محسوس نہیں کرتی تھی اور دن رات سفر کر کے تھکتی نہیں تھی۔وہ لوگ جو حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ کے کبھی قریب رہ کر آپ کی مصروفیات دیکھ پاتے تھے،حیران رہ جاتے تھے اور پکار اُٹھتے تھے کہ اس قسم کی زندگی اللہ کے ولی کی ہی ہو سکتی ہے۔

صبر کسی حادثے نقصان یا بیماری کے وقت راضی برضا رہنے ہی کا نام نہیں اگرچہ یہ بھی صبر میں شامل ہے اور اس کا بھی بہت ثواب ہے،بلکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خوشنودی پر کمربستہ رہنا اور کوئی کام اُن کی مرضی کے خلاف نہ کرنا صبر کا بہت اونچا درجہ ہے۔زندگی امتحانات سے دوچار ہونے کا نام ہے۔دن رات آزمائشیں ہوتی رہتی ہیں۔یہاں ڈر اور لالچ کے بیشمار مواقع آتے ہیں۔معاشرے اور برادری کے لوگوں کا اپنا فیصلہ بھی بڑا اہم دکھائی دیتا ہے۔کارکنانِ حکومت اپنی منوانا چاہتے ہیں۔ان سب کے ہوتے ہوئے بندۂ حق رضائے حق کے سوا کسی طرف مائل نہیں ہوتا' جہاں دین اعلانِ حق کا مطالبہ کرے،وہاں اعلانِ حق کرنا،جہاں مال لٹانے کی ضرورت ہو،وہاں مال لٹانا اور جہاں سر کٹانے میں دین کا فائدہ ہو،وہاں سر کٹانا اہلِ تسلیم ورضا کو ذرا دشوار نہیں ہوتا۔حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ کی لاثانی تربیت کا مقصود اولین یہی تھا۔

حضور شہنشاہِ لاثانی قدس سرہ کے وصال کے بعد آپ سجادہ نشین ہوئے تو گوناگوں مصروفیات میں کئی گنا اضافہ ہو گیا۔تحریکِ پاکستان زوروں پر تھی اس میں شمولیت دینی وملی فریضہ تھا۔آپ نے اس میں بھرپور حصہ لیا۔پاکستان بن گیا تو ریاست جموں کشمیر سے مسلمانوں کا انخلا ایک اور

اہم مسئلہ تھا، آپ بنفس نفیس جتھے لے کر بعض سرحدی علاقوں میں داخل ہوئے اور جہاد میں حصہ لیا۔ اس کے ساتھ ہی ضلع گورداسپور، ضلع امرتسر اور ضلع ہوشیار پور نیز جموں اور کٹھوعہ وغیرہ سے آنے والے مہاجرین کی آبادکاری کا مسئلہ تھا تو رات کو مصلے پر اپنے رب کی عبادت میں مگن رہنے والا درویش دن بھر پناہ گزینوں کی حاجت روائی میں صرف کرتا رہا۔ یہ مصروفیات ہلکی ہوئیں تو پھر آپ نے تبلیغی دَورے شروع کر دیئے جو وصال تک جاری رہے۔ آستانِ عالی پر جلوہ گر ہیں تو دُور دُور سے آنے والے عرفان و روحانیت کے پیاسوں کی اپنے چشمۂ فیض سے پیاس بجھا رہے ہیں، سفر میں ہیں تو بارانِ رحمت بن کر دُور دُور تک روحوں اور دلوں کی زمینوں کو سیراب کر رہے ہیں۔ کہیں مسجدیں بنائی جارہی ہیں، کہیں مدرسے تعمیر ہورہے ہیں، کہیں جشن میلاد میں شرکت ہے تو کہیں جلسہ معراج کا پروگرام ہے، کہیں عرس ہو رہا ہے تو کہیں دستار بندی کی تقریب۔ الغرض کوئی ساعت غفلت میں نہیں گزری اور کسی وقت اپنے فرضِ منصبی کو فراموش نہیں کیا۔

آپ نے شیخ المشائخ حضرت سہروردی قدس سرہ کا فرمان سنا کہ صبر دو قسم کا ہے، فرض اور فضیلت، ان دونوں کی تفصیل گزر چکی ہے، ہم بحمدہ تعالیٰ پوری ذمہ داری سے یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ حضور نقش لاثانی دونوں قسموں کے صبر سے مالا مال تھے۔ فرض صبر میں فرائض کی تکمیل اور محرمات سے بچنے کے لئے خواہشات کا مقابلہ ضروری ہے تو خدا کے فضل سے ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے جذبات، احساسات اور خواہشات سب پر اُسوۂ حَسنہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی اتباع کا رنگ چڑھا ہوا تھا۔ رہ گئے فضیلت صبر کے پانچ عنوان تو وہ گویا آپ کی سیرتِ طیبہ ہی کے پانچ عنوان تھے۔ خصوصاً اپنے کمالات و کرامات اور فیوض و برکات کا چھپانا تو سب سے نمایاں تھا۔ بڑے بڑے آستانوں مثلاً اجمیر شریف، کلیر شریف پر حاضر ہوتے تو ساتھیوں کو بھی علی پور سیداں شریف کا نام لینے کی اجازت نہیں ہوتی تھی بلکہ سفر کے دوران بھی کوئی پوچھ بیٹھتا کہ حضور کہاں سے تشریف لائے ہیں تو اپنے جدامجد حضور شہنشاہِ لاثانی قدس سرہ کی طرح فرماتے ضلع سیالکوٹ سے، اور کوئی شغل پوچھ لیتا تو فرماتے، زمینداری۔ ظاہر ہے خود کو چھپانے کا اس حد تک اہتمام ہو تو کس کا یارا تھا کہ کسی جلسہ عام میں یا کسی خاص مجلس میں آپ کے روبرو کرامت تو کجا آپ کی تعریف ہی کر سکتا۔ اگر کوئی ایسا کرنے لگتا تو سختی سے منع کر دیتے، نہ رکتا تو بھری محفل میں سزا دیتے مثلاً جلو موڑ میں فخر الصلحین حضرت پیر محمد اسمٰعیل شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا سالانہ عرس ہو رہا تھا۔ عصر کی نشست تھی، ایک نعت خوان نے آپ کا اسمِ مبارک لے لیا، آپ کے روکنے پر باز نہ آیا تو اُٹھے، اُس کے پاس جا کر زور سے تھپڑ مار کر اُسے بٹھا دیا۔

حلم: ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "حلم کی تعریف علماء محققین نے یہ فرمائی ہے۔

اِنَّ الْحِلْمَ حَالَةُ تَوَقُّرٍ وَّثُبَاتٍ عِنْدَ الْاَسْبَابِ الْمُحَرِّكَاتِ

یعنی بڑے اشتعال انگیز عوامل کے باوجود انسان میں چھچھورے پن کا ظہور نہ ہو بلکہ وہ کوہِ وقار بنا ہوا اپنے موقف پر ڈٹا رہے۔ اس کی مزید وضاحت کیلئے 'سیرت رسول عربیؐ' سے ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے۔

"حضرت زید بن سعنہ جو احبار یہود میں سے تھے۔ اپنے اسلام لانے کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ تو میں نے تورات میں نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی نبوت کی جو علامات پڑھی تھیں، وہ سب میں نے روئے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دیکھتے ہی پہچان لیں ۔صرف دو خصلتیں ایسی تھیں جن کا آزمانا باقی رہا۔ یعنی آپ کا حلم آپ کے غضب پر سبقت لے جاتا ہے اور دوسرے کی شدتِ جہالت و ایذاء آپ کے حلم کو اور زیادہ کر دیتی ہے۔ ان دونوں کی آزمائش کے لئے میں موقع کا منتظر تھا اور آپ سے تلطف سے پیش آتا تھا۔

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اپنے دولتخانہ سے نکلے۔ آپ کے ساتھ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ ایک سوار جو بظاہر کوئی بادیہ نشین تھا۔ آپ کی خدمت میں آیا اور یوں عرض کرنے لگا۔ "یارسول اللہ! فلاں قبیلے کے لوگ ایمان لائے ہیں۔ میں ان سے کہا کرتا تھا کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو تمہیں رزق بکثرت ملے گا۔ اب ان کے ہاں امساک باراں اور قحط ہے۔ یارسول اللہ! مجھے اندیشہ ہے کہیں وہ طمع کے سبب سے اسلام سے برگشتہ نہ ہو جائیں۔ کیونکہ طمع کے لئے ہی وہ اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ آپ کی رائے مبارک ہو تو کچھ ان کی دستگیری فرمایئے"۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنے پہلو میں ایک شخص (جو میرے گمان میں حضرت علی تھے) کی طرف دیکھا اس نے عرض کیا کہ اس میں سے تو کچھ باقی نہیں رہا۔ یہ دیکھ کر میں آگے بڑھا اور آپ سے کھجوروں کی میعاد معین میعاد معلوم پر خرید کی اور اس کی قیمت اسی مثقال سونا اپنی ہمیانی سے نکال کر پیشتر دے دی۔ آپ نے وہ سونا اسی مثقال اس سوار کو دے دیئے اور فرمایا کہ جلدی جاؤ اور اس قبیلے کے لوگوں میں اسے تقسیم کر دو۔ جب میعاد ختم ہونے میں دو تین دن باقی رہ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ایک انصاری کے جنازے کے ساتھ نکلے۔ آپ کے ہمراہ من جملہ دیگر اصحاب حضرات ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم تھے۔ جب آپ نمازِ جنازہ سے فارغ ہوئے اور بیٹھنے کے لئے ایک دیوار کے قریب پہنچے تو میں نے آگے بڑھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی قمیص اور چادر کے دامن پکڑ لئے اور تند نگاہ سے آپ کی طرف دیکھ کر یوں کہا "اے محمد! کیا تو میرا حق ادا نہیں کرتا۔ اے عبدالمطلب کے خاندان والو! قسم بخدا تم ادائے حق سے گریز کرنے کے لئے حیلے حوالے کیا کرتے ہو۔" حضرت عمر نے تیز نگاہ سے میری طرف دیکھ کر کہا "او دشمنِ خدا! کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے یہ کہتا ہے جو میں سن رہا ہوں اور آپ کے ساتھ یہ سلوک کرتا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں، قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر مجھے مسلمانوں اور تیری قوم کے درمیان صلح کے فوت ہو جانے کا ڈر نہ ہوتا تو اپنی تلوار سے تیرا سر اڑا دیتا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے آرام و آہستگی اور تبسم کی حالت میں حضرت عمر کی طرف دیکھ کر فرمایا: 'عمر! مجھے اور اسے بجائے اس سختی کے اس بات کی زیادہ ضرورت تھی کہ تم مجھے حسن ادائے حق اور اسے حسن تقاضا کا امر کرتے۔ اے عمر! اس کو لے جاؤ اور اس کا حق ادا کر دو اور اسے جو تم نے دھمکایا ہے اس کے عوض بیس صاع کھجوریں اور دے دو'۔ حضرت عمر مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور میرا حق ادا کر دیا اور بیس صاع کھجوریں علاوہ دیں۔ میں نے پوچھا کہ 'یہ زائد کیسی ہیں' حضرت عمر نے اس کا جواب دیا۔ پھر میں نے کہا 'عمر! کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ جواب دیا کہ نہیں۔ میں نے کہا میں زید بن سعنہ ہوں۔ فرمایا 'وہی زید جو یہودیوں کا عالم ہے'؟ میں نے کہا 'ہاں'! پھر پوچھا کہ تو نے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا؟ میں نے کہا 'اے عمر! جس وقت میں نے رُوئے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دیکھا' وہ تمام علامات جو میں تورات میں پڑھا کرتا تھا موجود پائیں۔ ان میں سے صرف دو علامتیں باقی تھیں جو میں نے اب آزمالیں۔ اے عمر! میں تجھ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں اللہ کو اپنا پروردگار اور اسلام کو اپنا دین اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اپنا پیغمبر ماننے پر راضی ہو گیا اور میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میرا آدھا مال امتِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر صدقہ ہے۔ پھر حضرت عمر اور زید دونوں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت زید نے بارگاہ رسالت میں اظہار اسلام کیا۔ اسلام لانے کے بعد حضرت زید بن سعنہ بہت سے غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ہمراہ رہے اور غزوۂ تبوک میں دشمن کی طرف بڑھتے ہوئے شہید ہوئے رضی اللہ عنہ۔ (سیرت رسول عربی مطبوعہ ضیاء القرآن ص ۲۲)

یہ تھا حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا حلم جس کی مثال گروہ انبیاء کرام علیہم السلام میں بھی نہیں ملتی۔ رہ گئے اولیائے عظام رضی اللہ عنہم ان میں جو حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے جتنا قریب ہے، اتنا ہی حلم سے آراستہ ہے۔ ہمارے حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی آلِ پاک میں سے تھے اور شاہ لاثانی کی تربیت سے قربِ خصوصی سے سرفراز ہو چکے تھے، اس لئے 'حلم' میں بھی آپ کا مقام اپنے دور میں بہت ممتاز تھا۔ دور ونزدیک سے آنے والوں کا تانتا بندھا رہتا تھا اور ان میں ہر قسم کے لوگ ہوتے تھے۔ اگرچہ مردانِ کامل کی 'ہیبتِ حق' آپ کی سیرت کا جزو لاینفک تھی۔

اور اسی کا نتیجہ تھا کہ کوئی شخص آپ کی مجلس میں بغیر اذن گفتگو کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ یاد رہے اذن سے یہاں مراد خصوصی توجہ ہے۔ یعنی آپ اپنے خداداد تصرف سے جب چاہتے تھے کوئی لب کشائی کر لیتا تھا ورنہ ہر طرف سکوت چھایا رہتا تھا۔ اور کوئی کسی سے کچھ کہتا تھا تو محض اشاروں کی زبان سے۔ اس کے باوجود یوں لگتا تھا جیسے مخصوص مواقع پر آپ حاضرین کو ڈھیل سی دے دیتے ہیں اور جو جس قسم کی بات کرنا چاہتا کر پاتا تھا۔ ان میں یقیناً ناگوار باتیں بھی ہوتی تھیں مگر اس 'حلم' کے کیا کہنے کہ سنتے بھی بعض دفعہ مسکراتے بھی۔ بعض دفعہ اہل محبت کا انداز 'شوخ' ہو جاتا اور اگرچہ یہ شوخی بھی ادب کے منافی ہوتی۔ مگر پیشانی مبارک پر کوئی بل نہ آتا' کبھی فریاد کرنے والے دکھ کی کہانی سناتے ہوئے بیبا کی کا مظاہرہ کرتے، مگر حضرت سنتے ہی رہتے۔ حلم کا مزید ذکر آگے عفو کے زیرِ عنوان آ رہا ہے۔

صبر اور حلم دونوں میں برداشت کا مفہوم شامل ہے۔ مگر صبر عام ہے۔ مثلاً کسی بھی مصیبت اور حادثے پر صبر کسی کے ظلم وستم پر صبر اور شریعت کے اوامر ونواہی پر صبر یا بالفاظ دیگر شریعت پر استقامت، مگر حلم زیادہ تر کسی شخص کے نامناسب رویے، ظلم وزیادتی یا ہرزہ سرائی کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے کا نام ہے۔ عفو ہے اُسے معاف کر دینا اور اُس سے مواخذہ کرنا نہ کرانا۔ یہ بھی حلم سے بہت قریب ہے۔ مگر یہ ممکن ہے کسی کی ہرزہ سرائی یا بے جا زیادتی کو بظاہر برداشت کرنے کے باوجود اُسے معاف نہ کیا جائے اور انسان حلم وبردباری کے باوجود اگر کوئی اور شخص ظالم و بدخو شخص کو سزا دے یا قدرت اس سے انتقام کی صورت پیدا کر دے تو یہ مظلوم شخص کم از کم خوش ضرور ہو۔ عفو یہ ہے کہ اُسے صدقِ دل سے معاف کر دے اور کسی قسم کے مواخذے کی تمنا بھی دل میں نہ رکھے نہ خود زیادتی کرنے والے سے بدلا لے اور نہ کسی اور سے شکایت کرے کہ وہ انتقام لے بلکہ خدا کی بارگاہ میں بھی اس کے خلاف بددعا نہ کرے۔ یقیناً اس کا درجہ حلم سے بڑھ کر ہے۔ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا قوم کے ظلم وستم برداشت کر کے پھر خود ان کی بخشش کی دعا کرنا کمالِ صبر کمالِ حلم وکمالِ عفو ہے اور تاریخ لطف واحسان میں اپنی مثال آپ۔ غزوۂ احد کے موقع پر جب قریش مکہ کے ہاتھوں حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے اور اُنھوں نے اپنے طور پر جو کر سکتے تھے کیا تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کے خلاف دعائے قہر کی درخواست کی تو یوں دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

ترجمہ: اے اللہ میری قوم کو ہدایت عطا فرما (اور خود اُن کی طرف سے عذر خواہی کرتے ہوئے عرض کی ان کی بدسلوکی اس لئے ہے کہ مجھے جانتے نہیں۔)

یقیناً رحمۃ للعلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا حوصلہ ایسا ہی بلند ہونا چاہئے۔ فتح مکہ کے دن حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا اپنے بدترین دشمنوں کو بیک جنبشِ لب معاف فرما دینا انسانی تاریخ کا انوکھا واقعہ ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی تربیت فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰھِلِیْنَ (سورۃ الاعراف:۱۹۹)

ترجمہ: اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو

سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اخلاقِ حسنہ کے متعلق اسکو جامع ترین آیت فرمایا ہے۔ ضیاء النبی کے مطابق حضرت جبریل علیہ السلام نے اللہ سے پوچھ کر اس کی وضاحت بارگاہِ رسالت میں یوں کی

يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكَ اَنْ تَصِلَ مَنْ قَطَعَكَ وَتُعْطِيَ مَنْ حَرَمَكَ وَتَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَكَ (ضیاء النبی بحوالہ ابن جریر)

ترجمہ: یارسول اللہ، اللہ آپ کو حکم دیتا ہے کہ جو آپ سے قطع رحمی کرے، آپ اس سے صلہ رحمی کریں، جو آپ کو نہ دے اُسے عطا فرمائیں اور جو آپ پر ظلم کرے، اس کو آپ معاف فرمادیں۔

امت کا ولی امت کے والی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کا تابع فرمان ہوتا ہے اور وہ اخلاقِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی جلوہ گاہ ہوتا ہے۔ خصوصاً عفو و حلم میں تو بالکل مظہرِ شہنشاہِ دوسرا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتا ہے۔

☆......☆......☆

عشرہ ذوالحجہ اور قربانی

جناب علامہ مولانا شاہد اقبال آسوی مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلامی سال کے آخری مہینے کا نام ہے ذوالحج (یعنی حج والا) کیونکہ اس مہینے کی نویں تاریخ کو اہلِ استقامت میدانِ عرفات میں پہنچ کر فریضہ حج ادا کرتے ہیں۔ یوں تو یہ سارا مہینہ خاص فضیلت و حرمت کا حامل ہے مگر پہلے دس دنوں کی شان بہت بلند ہے عشرہ ذوالحجہ ان ہی دنوں کو کہتے ہیں۔

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے عشرہ ذی الحجہ سے بہتر کوئی زمانہ نہیں۔ ان میں ایک دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور رات میں عبادت کرنا شب قدر کی عبادت کے برابر ہے۔ (جامع ترمذی ابواب الصوم جلد 1) (ابن ماجہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَا مِنْ اَيَّامِ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيهِنَّ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ الْعَشْرِ فَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا رَجُلٌ" خَرَجَ بِنَفْسِهٖ وَ مَالِهٖ فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذَالِكَ۔

ترجمہ: کوئی دن ایسا نہیں جس میں نیکیاں اللہ کو ان دس دنوں سے زیادہ پیاری ہوں، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں فرمایا، جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں سوا اس شخص کے جو اپنا جان و مال لے کر نکلا کچھ واپس نہ لایا۔ (یعنی شہید ہوگیا)۔ (جامع ترمذی، جلد 1) (صحیح بخاری شریف)

قرآن پاک سورہ والفجر میں اللہ تعالیٰ نے دس راتوں کی قسم یاد فرمائی ہے وہ دس راتیں جمہور کے قول میں یہی عشرہ ذی الحجہ کی راتیں ہیں خصوصاً نویں ذی الحجہ کا روزہ رکھنا، حدیث مبارک میں اس کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔

سید عالم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص عرفہ کے دن (یعنی نویں ذی الحجہ) کو روزہ رکھتا ہے اس کے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ (صحیح مسلم شریف، کتاب الصیام) (مشکوٰۃ شریف باب صیام التطوّع کتاب الصیام)

حضرت سعید بن مُسَیَّب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ذی الحج کی دس راتوں کو اپنے چراغ نہ بجھاؤ آپ کو اس عشرے میں عبادت بہت پسند

تھی خادموں کو جگاتے اور انہیں بیدار رہنے کا حکم دیتے تھے۔ کہا گیا ہے کہ جو شخص ان دس راتوں کی عزت کرتا ہے رب تعالیٰ اسے یہ دس چیزیں عطا کر کے عزت افزائی کرتا ہے۔

ا۔عمر میں برکت ۲۔مال میں کثرت ۳۔اہل وعیال کی حفاظت ۴۔گناہوں کا کفارہ ۵۔نیکیوں میں اضافہ ۶۔نزع میں آسانی ۷۔ظلمت میں روشنی ۸۔میزان میں اعمال نیک کا زیادہ وزن ۹۔دوزخ کے طبقات سے نجات ۱۰۔جنت کے درجات پر عروج

نویں ذی الحج کی فجر سے تیرھویں ذی الحج کی عصر تک ہر نماز فرض پنجگانہ کے بعد جو جماعت کے ساتھ ادا کی گئی ایک بار تکبیر بلند آواز سے کہنا واجب ہے اور تین بار افضل۔ اسے تکبیر تشریق کہتے ہیں وہ یہ ہے اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَر وَلِلّٰہِ الْحَمد. تکبیر تشریق سلام پھیرنے کے فوراً واجب ہے یعنی جب تک کوئی ایسا فعل نہ کیا ہے کہ اس نماز پر بنا نہ کر سکے اگر مسجد سے باہر گیا یا قصداً وضو توڑ دیا یا کلام کیا اگر چہ سہواً ہو تو تکبیر ساقط ہوگئی اگر بلا قصد وضو ٹوٹ گیا تو کہہ لے (بہار شریعت، درمختار)

نماز عید کا طریقہ: نیت کرتا ہوں میں نماز واجب عید الاضحیٰ مع چھ تکبیروں کے واسطے اللہ تعالیٰ کے منہ میرا طرف کعبہ شریف کے پیچھے اس امام کے پھر امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ (اللہ اکبر) کہہ کر ہاتھ باندھ لے اور سبحانک اللھم الی اخرہ پڑھ کر امام کی تکبیر کے ساتھ کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر تکبیر کہے اور ہاتھ چھوڑ دے اسی طرح دوسری اور تیسری تکبیر کہے ہر دو تکبیروں کے درمیان ہاتھ چھوڑ دے پھر امام صرف اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. آہستہ اور الحمد اور سورۃ اونچی آواز سے پڑھے اور پھر رکوع وسجود کرے پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو کر پہلے الحمد سورۃ پڑھے پھر رکوع سے پہلے رکعت اولیٰ کی طرح تین بار ہاتھ اُٹھا کر تکبیر کہے اور ہاتھ نہ باندھے چوتھی بار بغیر ہاتھ اُٹھائے اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع میں جائے دونوں رکعتوں میں تین تین تکبیریں کہنا واجب ہے جو شخص امام کے تکبیریں کہہ لینے کے بعد شامل ہو تو وہ تکبیر تحریمہ کہہ کر تکبیر رکوع کہتا ہوا رکوع میں جائے اور بحالت رکوع تین تکبیرات واجبہ کہہ لے (تسبیحات رکوع چھوڑ دے) رفع یدین (یعنی ہاتھ اُٹھانے کی ضرورت نہیں) اگر اس نے رکوع میں ایک یا دو تکبیریں کہی تھیں کہ امام نے رکوع سے سر اُٹھا لیا تو باقی تکبیریں ساقط ہو جائیں گی۔ اور اگر کوئی شخص دوسری رکعت میں ایسے وقت میں شامل ہوا کہ امام بعض تکبیریں کہہ چکا ہے تو یہ شخص صرف بقیہ تکبیریں امام کے ساتھ کہے جب فوت شدہ رکعت پڑھنے کھڑا ہو تو پہلے قرات کرے اور بعد تکبیریں کہے سلام کے بعد مذکورہ بالا تکبیر تشریق سب نمازی بلند آواز سے کہیں بعد نماز امام خطبہ پڑھے اور سب لوگ اپنی جگہ پر خاموش بیٹھے خطبہ سنیں۔ بعد خطبہ ودعا باہمی محبت وعقیدت سے ملیں تکبیر تشریق پڑھتے ہوئے واپس جائیں۔

قربانی: عید الاضحیٰ کی قربانی ایک ایسی عبادت ہے، جو عہد نبوی سے آج تک بلا اختلاف مسلمان ادا کرتے چلے آئے ہیں صرف منکرین سنت نام نہاد مفکرین اس ''رسم'' کو برداشت نہیں کرتے ان کے نزدیک حج اور قربانی جیسی عبادت پر مال خرچ کرنا، اسراف، ہے ان کے مطابق مثلاً قربانی کرنیکی بجائے اس کی رقم یتیموں اور مسکینوں میں خرچ کر دینی چاہیے، یہ محض اسلامی شعائر وعبادات کو ختم کرنے کا اور اسلام کا حلیہ بگاڑنے کا (ایک بہانہ ہے، ورنہ مسکینوں اور یتیموں کے ان خیر خواہوں نے کبھی خود اس پر عمل کر کے بھی نہیں دکھایا، حقیقت یہ ہے کہ انہیں کسی غریب محتاج سے ہمدردی ہے نہ قوم سے پیار، محض کٹ حجتی اور وسوسہ انگیزی چاہتے ہیں اگر وہ خلوص سے سوچیں تو کیا غریب محتاج کا گوشت کھانا فضول خرچی یا اسراف ہے اور اس پر کیا صرف انہیں خیر خواہوں کا حق ہے۔

حالانکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کے دن اسی کو سب سے زیادہ پسندیدہ عمل قرار دیا ہے۔ حدیث مبارک الفاظ یہ ہیں۔

مَا عَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ مِنْ یَوْمِ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ اِھْرَاقِ الدَّمِ وَاِنَّہٗ لَیَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِقُرُوْنِھَا وَ اَشْعَارِھَا وَ اَظْلَافِھَا وَاِنَّ الدَّمَ لَیَقَعُ مِنَ اللّٰہِ بِمَکَانٍ قَبْلَ اَنْ یَقَعَ بِالْاَرْضِ فَطِیْبُوْا بِھَا نَفْسًا۔ (جامع ترمذی، ابن ماجہ شریف)

ترجمہ: انسان نے قربانی کے دن کوئی عمل نہیں کیا جو اللہ کے نزدیک خون بہانے سے زیادہ پسندیدہ ہو۔ قیامت کے دن قربانی کا جانور اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں سمیت سامنے آئے گا۔ جانور کا خون زمین پر گرنے سے پہلے پہلے اللہ کے ہاں قبول ہو جاتا ہے۔ اللہ کی اس کرم نوازی پر خوش ہو جاؤ۔

قربانی کرنے کا اجر: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کیا یا رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام یہ قربانیاں کیا ہیں آپ نے فرمایا سُنَّۃُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاھِیْمَ یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پھر سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے اس میں کیا اجر ہے آپ نے فرمایا ہر بال کے عوض ایک نیکی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا اون کے بارے کیا ہے فرمایا اس کے ہر بال کے بدلے بھی ایک نیکی ہے۔ (مسند احمد، ابن ماجہ شریف)

کتنا عظیم ثواب ہے قربانیوں کا جو مسلمان ہر سال اللہ تعالیٰ کے نام پر کرتے ہیں یہ ثواب جانور کے گلے پر چھری چلانے اور خون بہانے سے ہی ملتا ہے اگر کوئی اس عمل کی بجائے جانور کی قیمت سے کئی گنا رقم صدقہ وخیرات کر دے تب بھی اس کو نہ تو ثواب ملے گا نہ ہی واجب ادا ہو گا یہی وجہ ہے کہ میرے آقا ومولا سید المرسلین امام القبلتین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ قربانی ہی کی حالانکہ اس دور سے کہیں زیادہ اس زمانہ میں جہاد کے لئے غریبوں کی امداد کے لئے دولت کی ضرورت تھی حدیث مبارکہ میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللّٰہُ عنھما قَالَ اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَۃِ عَشْرَ سِنِیْنَ یُضَحِّیْ ھٰذَا

(ترمذی شریف، ابواب الاضاحی)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس سال مدینہ طیبہ میں قیام پذیر رہے اور آپ قربانی دیتے رہے۔

اس حدیث سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ قربانی صرف حج میں شریک ہونے والوں کے لئے ہی نہیں بلکہ مسلمان دنیا میں جہاں بھی آباد ہوں انہیں شریعت کے اس حکم کی پابندی کرنا ہو گی۔

غرضیکہ صاحب نصاب مسلمان کے لئے کوئی عذر نہیں جس کی وجہ سے قربانی نہ کر سکے اور نہ ہی کوئی ایسا نیک عمل ہے جس کو کر کے قربانی کا ثواب حاصل کیا جا سکے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا سینگ والا مینڈھا لایا جائے جو سیاہی میں چلتا ہو اور سیاہی میں بیٹھتا ہو اور سیاہی میں نظر کرتا ہو یعنی اس کے پاؤں سیاہ ہوں اور آنکھیں سیاہ ہوں وہ قربانی کے لئے حاضر کیا گیا سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عائشہ چھری لاؤ پھر فرمایا اسے پتھر پر تیز کر لو پھر آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے چھری لی اور مینڈھے کو لٹایا اور اسے ذبح فرمایا پھر دعا فرمائی بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَاٰلِ مُحَمَّدٍ وَ مِنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ الٰہی تو اس کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ان کی آل اور امت کی

طرف سے قبول فرما۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ دو مینڈھوں کی قربانی دیا کرتے تھے ایک سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اور ایک اپنی طرف سے آپ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا مجھے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کا حکم دیا تھا پس میں اسے کبھی نہیں چھوڑوں گا (جامع ترمذی ابواب الاضاحی)

طبرانی امام حسن رضی اللہ عنہ سے راوی جس نے خوش دل سے قربانی طالب ثواب ہو کر دی تو وہ آتش دوزخ سے حجاب ہو جائے گی۔

حدیث 6: صحیح بخاری میں براء رضی اللہ عنہ سے مروی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے جو کام آج ہم کریں گے وہ یہ ہے کہ نماز پڑھیں پھر اس کے بعد قربانی کریں گے۔ جس نے ایسا کیا اس نے ہماری سنت (طریقہ) کو پالیا اور جس نے پہلے ذبح کیا وہ گوشت ہے جو اس نے پہلے سے اپنے گھر والوں کے لیے تیار کر لیا۔ قربانی سے اسے کچھ تعلق نہیں۔ ابو بردہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور یہ پہلے ہی ذبح کر چکے تھے۔ (اس خیال سے کہ پڑوس کے لوگ غریب تھے۔ انہوں نے چاہا کہ ان کو گوشت مل جائے) اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے پاس بکری کا چھ ماہ کا ایک بچہ ہے فرمایا تم اسے ذبح کر لو اور تمہارے سوا کسی کے لیے چھ ماہ کا بچہ کفایت نہیں کرے گا۔

حدیث 18: امام احمد رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چار قسم کے جانور قربانی کے لیے درست نہیں کانا جس کا کانا پن ظاہر ہے اور بیمار جس کی بیماری ظاہر ہو اور لنگڑا جس کا لنگ ظاہر ہے اور ایسا لاغر جس کی ہڈیوں میں مغز نہ ہو۔

قربانی: حبیب کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا: مَن كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا یعنی جس نے گنجائش کے باوجود قربانی نہیں دی وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے۔ (ابن ماجہ حدیث: ۳۱۲۳)

مسائل قربانی: ہر مسلم و بالغ مرد و عورت پر جو مقیم و مالک نصاب یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے ساتھ تولے سونے کا مالک ہو۔ قربانی واجب ہے۔ اگر کسی شخص کے پاس سونا چاندی دونوں ہیں مگر ہر ایک مقدار نصاب سے کم ہے لیکن دونوں کی قیمت کا حساب لگایا جائے تو ایک نصاب سونے یا چاندی کا پورا ہو جائے تو وہ شخص مالک نصاب ہوگا اور اس پر قربانی واجب ہوگی قربانی کے لئے مال پر سال گزرنا ضروری نہیں۔

قربانی صرف تین دن کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسرے دنوں میں قربانی نہیں قربانی کے دن ذی الحجہ کی دسویں گیارھویں اور بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے ان میں جب چاہے قربانی کر سکتا ہے۔ البتہ پہلے دن کرنا افضل ہے۔ پھر دوسرا پھر تیسرا اور درمیانی دو راتوں میں بھی قربانی ہو سکتی ہے مگر بکراہت۔ قربانی کے جانور اونٹ گائے بھینس، بھیڑ، بکری دنبہ ہیں (سب کے سب نر ہوں یا مادہ) ان کے سوا کسی دوسرے جانور کی قربانی درست نہیں۔ خصی کی قربانی افضل ہے قربانی کا جانور تندرست سالم الاعضاء ہونا ضروری ہے۔ ایسا عیب جو کسی منفعت کو ختم کر دے یا جمال کو خراب کر دے اس سے قربانی جائز نہیں رہتی۔ جس کے پیدائشی سینگ نہ ہوں اس کی قربانی جائز ہے۔ اگر سینگ جڑ تک ٹوٹا ہوا ہو یا گودا نظر آ رہا ہو تو قربانی جائز نہیں۔ اندھے، کانے، لنگڑے اور لاغر جانور جو قربان گاہ تک چل کر نہ جا سکے، جس کی ایک ٹانگ کٹی ہوئی ہو، آدھے سے زیادہ کان کٹے اور آدھے سے زیادہ دُم کٹے جانور کی قربانی جائز نہیں۔ جس بکری کا ایک تھن یا گائے، بھینس اور اونٹنی کے دو تھن ضائع ہو چکے ہوں اس کی قربانی جائز نہیں۔

☆ نابالغ پر نہ خود قربانی واجب ہے اور نہ اس کی طرف سے اس کے باپ یا رشتہ دار پر واجب ہے۔ بیوی اگر صاحب نصاب ہے تو اس پر علیحدہ قربانی واجب ہے۔

☆ اور شوہر اپنی بیوی سے اجازت لے کر اپنی قربانی کے علاوہ اس کی طرف سے بھی قربانی کر دے تو جائز ہے۔

☆ قربانی کا جانور مر گیا تو غنی پر لازم ہے کہ دوسرے جانور کی قربانی کرے۔

☆ سات آدمیوں نے گائے کی قربانی میں حصہ لے لیا۔ان میں ایک کا انتقال ہو گیا اور اس کے ورثاً نے شرکا سے یہ کہہ دیا کہ تم اس گائے کو اپنی طرف سے اور مرحوم کی طرف سے قربانی کرو انہوں نے کر دی تو سب کی جائز ہو گی اور اگر اس کے ورثاء کی اجازت کے بغیر شرکاء نے قربانی کر دی تو کسی کی نہ ہوئی۔

☆ امام مسجد کو کھال امامت کے عوض دینا بھی نا جائز ہے۔ہاں اگر امام مسجد کو امامت کی اجرت نہیں بلکہ ویسے ہی بطورِ نظر کھال وغیرہ دے تو جائز ہے۔

☆ ذبح سے پہلے قربانی کی جانور کے بال کاٹنا یا دودھ دوہنا مکروہ وممنوع ہے۔اسی طرح قربانی کے جانور سے نفع حاصل کرنا مثلاً سواری کرنا، بوجھ لادنا یا اجرت پر دینا منع ہے۔اگر قربانی کے جانور کی اون کاٹ لی تو اس کو صدقہ کر دے۔

قربانی کا مسنون طریقہ: اپنی قربانی کے جانور کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا۔اگر نہیں جانتا تو دوسرے سے ذبح کرا سکتا ہے۔مگر ذبح کے وقت وہاں خود بھی رہنا افضل ہے۔

مسئلہ: قربانی کی نیت صرف دل سے کرنا کافی ہے۔زبان سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں البتہ ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہنا ضروری ہے سنت ہے کہ جب جانور کو ذبح کرنے کے لئے روبقبلہ لٹائے تو یہ دعا پڑھے۔

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور ذبح کرنے کے بعد دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْہُ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَّ خَلِیْلِکَ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْھِمَا السَّلَامُ۔

چھ آدمی مل کر بڑا جانور خریدیں اور ساتواں حصہ سب مل کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام قربانی کریں تو یہ جائز ہے اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں :"لانه لم يثبت فی الشرع حرمة او كراهة كذلک ."

کسی دوسرے ملک میں رقم بھجوا کر قربانی کرنا جائز ہے: قربانی کرنے والا اپنے احباب واقارب میں سے کسی کو معین کر کے قربانی کرنے کا کہہ دے یا لکھ دے تو وہ فرد کہنے والے کی طرف سے وکیل ہوگا اور مؤکل کی طرف سے قربانی کر دے تو اس (مؤکل) کی قربانی ادا ہو جائے گی، جب کہ مؤکل پر وہاں کے وقت کے مطابق دسویں ذوالحج کی صبح ہو چکی ہو اور جہاں قربانی ذبح کی جا رہی ہو وہاں بھی قربانی کے وقت میں ہی ذبح ہوئی ہو تو مطلب یہ ہے کہ دس ذوالحج کی فجر طلوع ہونے کے ساتھ قربانی مؤکل پر واجب ہوگی اور جس ملک میں اس نے اپنے قریبی کو وکیل بنایا، اس کے لیے دسویں ذوالحج کی فجر بہت پہلے طلوع ہوئی، مثلاً پاکستان اور امریکہ میں بارہ گھنٹے کا فرق ہے اور امریکہ میں مقیم آدمی اپنے پاکستانی قریبی کو قربانی کرنے کا وکیل کرے تو پاکستانی آدمی اپنے ہاں عید کی نماز پڑھ کر امریکی آدمی کی قربانی نہ کرے بلکہ ایسے وقت میں کرے جب کہ امریکی آدمی کے لیے دسویں ذوالحج کی فجر طلوع ہو چکی ہو، کیونکہ اس سے پہلے امریکی آدمی پر واجب نہیں ہوئی اور واجب ہونے سے پہلے ذبح کی گئی تو نفلی ہوگی اور ذبح کے لیے ذوالحج کی 10-11-12 تین دن ہیں،ان کا مقام ذبح میں اعتبار کیا جائے گا۔کنز الدقائق میں ہے کہ

(قَوْلُهُ: وَهُوَ اِقَامَةُ الْغَيرِ مَقَامَ نَفْسِهِ فِي التَّصَرُّفِ)أي الْجَائِزِ الْمَعْلُومِ.(۱)1۔(کنزالدقائق،کتاب الوکالہ)

کسی جائز معلوم کام میں کسی کو اپنا نائب بنانا توکیل ہے۔ہدایہ میں ہے کہ:

ثُمَّ الْمُعْتَبَرُ فِي ذَالِكَ مَكَانُ الْاُضْحِيَةِ.(ہدایہ کتاب الاضحیہ)

قربانی کے لیے مقام ذبح کا اعتبار ہے۔

اور وجوب کے لیے قربانی کرنے والے یعنی جس کی طرف سے قربانی ہو اس کا اعتبار ہے۔قربانی دینے والے کے لیے مستحب ہے کہ قربانی کا چاند نظر آنے کے بعد قربانی تک بال نہ کٹوائے اور ناخن نہ اتارے تاکہ حاجیوں سے مشابہت ہو جائے۔

(مرشد عالی قدر سیدی حضور مفکرِ اسلام رحمت اللہ علیہ کی دعا نگاہ سے چند گزارشات صفحۂ قرطاس کیں اللہ تعالیٰ بوسیلۂ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمل کی توفیق عطا فرمائے)

عوام میں مشہور غلط فہمیوں کی اصلاح

محمد سفیر الحق رضوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال: غسل کرتے وقت جو وضو کیا جاتا ہے، اس سے نماز نہیں ہوتی، نماز کے لئے دوبارہ وضو کرنا ضروری ہے۔کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: عوام میں یہ غلط مشہور ہے۔صحیح مسئلہ یہ ہے کہ غسل کرتے وقت جو وضو کیا جاتا ہے اسی سے نماز پڑھ سکتے ہیں۔نماز کے لئے دوبارہ وضو کرنا ضروری نہیں۔درمختار میں ہے:

لو توضا اولاً لا یاتی به ثانیا (یعنی اگر پہلے وضو کر لیا تو دوبارہ وضو نہ کرے۔(ص:۲۹۳،ج۱)

سوال: کیا جھوٹ بولنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: جھوٹ بولنے سے وضو نہیں ٹوٹتا البتہ اس کی کامل روحانیت و نورانیت ختم ہو جاتی ہے۔مفتی منیب الرحمٰن صاحب اسی سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ

''فقہی طور پر تو وضو قائم رہتا ہے اور اس سے نماز پڑھ لی تو ادا ہو جائے گی لیکن اس کی کامل روحانیت،نورانیت،اجر وثواب اور برکت حاصل نہیں ہو گی۔لہٰذا افضل و مستحب یہ ہے کہ دوبارہ تازہ وضو کر کے نماز پڑھے اور اگر چاہتا ہے کہ ان گناہوں کا اثر اور نحوست پوری طرح زائل ہو جائے تو صدق دل سے اللہ تعالیٰ سے توبہ بھی کرے''۔(تفہیم المسائل ۵۰،ج۱)

سوال: ناپاک کپڑا سوکھا ہو اور اس میں پاک کپڑا الگ جائے تو کیا وہ پاک کپڑا بھی ناپاک ہو جائے گا؟

جواب: سوکھے ناپاک کپڑے میں پاک کپڑا الگ جانے سے پاک کپڑا ناپاک نہیں ہوتا۔ہاں اگر سوکھے پاک کپڑے میں نجاست کا اثر ظاہر ہو

جائے تو اب وہ سوکھا پاک کپڑا ناپاک ہوجائے گا۔

سوال: ایسا حوض جو دہ دردہ (10 + 10) سے چھوٹا ہو، اگر وہ ناپاک ہوجائے تو اس کے پاک کرنے کا اسلامی طریقہ کیا ہے؟

جواب: دہ دردہ سے چھوٹا حوض اگر ناپاک ہوجائے تو اس کے پاک کرنے کا اسلامی طریقہ یہ ہے کہ اس حوض میں اتنا پاک پانی ڈالا جائے کہ حوض بریز ہوکر بہہ جائے اب پانی اور حوض سب پاک ہوجائیں گے۔ فتاویٰ رضویہ میں فتح القدیر کے حوالے سے ہے:

ولو تنجس الحوض الصغير بوقوع نجاسة فيه ثم دخل فيه ماء آخر و خرج الماء منه طهر و ان قل اذا كان الخروج حال دخول الماء فيه لانه بمنزلة الجاری

ترجمہ: چھوٹے حوض میں اگر نجاست گرگئی اور وہ نجس ہوگیا پھر اس میں اور پانی داخل ہوگیا اور نکل گیا تو حوض پاک ہوجائے گا خواہ کم ہی ہو جب کہ پانی داخل ہوتے ہی نکل گیا ہو کیوں کہ وہ بمنزلہ جاری کے ہے۔ (ص ۵۴۳، ج ۱)

سوال: جمعہ کے دن زوال کا وقت نہیں ہوتا، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: عوام میں یہ غلط مشہور ہے۔ صحیح مسئلہ یہ ہے کہ جس طرح اور دنوں میں زوال کا وقت ہوتا ہے اسی طرح جمعہ کے دن بھی زوال کا وقت ہوتا ہے وقار الفتاویٰ میں ہے "لوگوں میں جو مشہور ہے کہ جمعہ کے دن زوال نہیں ہوتا ہے یہ غلط ہے" (ص ۲۱، ج ۲)

سوال: کیا امام کے لئے شادی شدہ ہونا شرط ہے؟

جواب: نہیں جناب! امام کے لئے شادی شدہ ہونا شرط نہیں، غیر شادی شدہ کے پیچھے بھی نماز پڑھنا درست ہے۔ فتاویٰ فیض الرسول میں ہے کہ "امامت کے لئے شادی شدہ ہونا شرط نہیں"۔ (فتاویٰ فیض الرسول جلد ۱، ص ۲۷۶)

سوال: اگر سجدہ سہو میں سہو ہوجائے تو کیا دوبارہ سجدہ سہو کرنا ہوگا؟

جواب: نہیں۔ اگر سجدہ سہو میں سہو ہوجائے تو دوبارہ سجدہ سہو کرنا واجب نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

السهو فی سجود السهو لا یوجب السهو لانه لا یتناهی کذافی التهذیب. (ص ۱۴۳، جلد ۱)

سوال: سلام پھیرنے میں امام سے پہلے مقتدی کی سانس ٹوٹ گئی تو نماز ہوئی یا نہیں؟

جواب: مقتدی کی سانس اگر امام کے سلام کہنے کے بعد یا پہلے ٹوٹ گئی یا مقتدی نے امام کے سلام پھیرنے کے بعد سلام پھیر دیا تو ایسی صورت میں نماز ہوجائے گی اور اس میں کوئی خرابی لازم نہ آئی۔ ہاں اگر مقتدی نے امام کے سلام کہنے سے پہلے بلا عذر سلام پھیر دیا تو نماز ہوجائے گی مگر مکروہ تحریمی ہونے کی وجہ سے واجب الاعادہ ہوگی۔ البحر الرائق میں ہے:

و الخروج من الصلوٰة یحصل عندنا بمجرد لفظ السلام و لا یتوقف علیٰ قوله علیکم (ص ۳۰۰، جلد ۱)

ردالمحتار میں ہے: وانما کره للمؤتم ذلک لترکه متابعة الامام بلا عذر (ص ۲۴۰، جلد ۲)

سوال: دعا میں ہاتھوں کو کس قدر اوپر اٹھانا چاہئے بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ دعا میں دونوں ہاتھوں کو ملا کر رکھتے ہیں اور بعض لوگ درمیان میں تھوڑا سا فاصلہ رکھتے ہیں۔ صحیح کیا ہے؟

جواب: دعا میں دونوں ہاتھوں کو سینے کے مقابل اٹھانا چاہئے اور دونوں ہاتھوں کے درمیان کشادگی رکھنے چاہئے۔ درمختار باب صفۃ الصلوۃ میں ہے:

یر فعهما کالدعا فبسط یدیه هذا صدره نحو السماء ویکون بینهما فرجة۔ (ص۲۱۵،جلد۲)

سوال: حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے ذبح سے پہلے اپنے والد گرامی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عرض کیا کہ میرے ذبح ہونے کی خبر میری ماں کو نہ دیجئے گا، ورنہ ماں تا کی ماری غم کو برداشت نہ کر سکے گی اور مشقت غم سے اس کے سینے میں شیشۂ دل پاش پاش ہو جائے گا۔ اس روایت کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: یہ روایت صحیح نہیں۔ کیونکہ اس کے برخلاف کتابوں سے ثابت ہے۔ تفسیر کبیر میں ہے:

اقرا علی امی سلامی و ان رایت ان ترد قمیص علیٰ امی فافعل فانه عسی ان یکون اسهل لها۔ (ص۳۵۱،جلد۹)

ترجمہ: آپ جب میری ماں کے پاس جائیں تو ان سے میرا سلام کہیں اور اگر آپ میرا کرتا میری ماں کے پاس لے جانا چاہیں تو لے جائیں اس سے ان کو تسلی حاصل ہوگی۔

فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ نے اسی کی تصحیح کی اور فرمایا کہ میرے ذبح ہونے کی خبر میری ماں کو نہ دیجئے گا، صحیح نہیں، اور یہی قرین قیاس بھی ہے۔ (فتاویٰ فقیہ ملت، ص۴۱۶، ج۲)

سوال: اسی طرح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ ابا حضور آپ اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لیجئے گا کہیں ایسا نہ ہو کہ ہاتھ میری محبت کی وجہ سے رک جائے۔ یہ روایت کہاں تک صحیح ہے؟

جواب: یہ روایت بھی صحیح نہیں کہ آپ اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لیجئے گا بلکہ اصل واقعہ یہ ہے:

قال کبنی علی وجهی فانک اذا نظرت وجهی رحمتنی و ادر کتک رقة۔۔۔

ترجمہ: حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اپنے والد سے عرض کیا کہ آپ مجھ کو منہ کے بل لٹائیں تا کہ آپ میرے چہرے کو دیکھ کر کہیں رحم نہ کھا جائیں اور آپ پر رقت نہ طاری ہو جائے۔ (تفسیر کبیر، ص۳۵۱، جلد۹)۔ فقیہ ملت علیہ الرحمہ نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ آنکھوں پر پٹی باندھنے کی روایت درست نہیں۔ (فتاویٰ فقیہ ملت، ص۴۱۵، جلد۲)

سوال: میت کی طرف سے قربانی کی جائے تو گھر والے اس گوشت کو نہیں کھا سکتے۔ پورے گوشت کو صدقہ کرنا واجب ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: عوام میں یہ غلط مشہور ہے۔ صحیح مسئلہ یہ ہے کہ گوشت کو سبھی کھا سکتے ہیں البتہ میت نے اگر وصیت کی تھی پھر اسکی طرف سے قربانی کی گئی تو گھر والے اس گوشت کو نہیں کھا سکتے بلکہ اس صورت میں کل گوشت کو صدقہ کرنا واجب ہے۔ بہار شریعت میں ہے:

"میت کی طرف سے قربانی کی تو اس کے گوشت کا بھی وہی حکم ہے کہ خود کھائے دوست احباب کو دے، فقیروں کو دے۔ یہ ضروری نہیں کہ سارا گوشت فقیروں ہی کو دے، کیوں کہ گوشت اس کی ملک ہے، یہ سب کچھ کر سکتا ہے اور اگر میت نے کہہ دیا کہ میری طرف سے قربانی کر دینا تو اس میں سے نہ کھائے بلکہ کل گوشت صدقہ کر دے۔ (ص ۳۳۵، جلد ۱۵)

سوشل میڈیا کا غلط استعمال

محترم جناب محسن رضا ضیائی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ٹیکنالوجی کی مدد سے چلنے والا "انٹرنیٹ سوشل میڈیا" زمانے پر پورے طور اثر انداز ہو چکا ہے۔ اس کے وسائل و ذرائع دنیا کے کونے کونے تک پھیل چکے ہیں۔ اس نے انٹرنیٹ صارفین کو اپنا ایسا دیوانہ بنا ڈالا ہے کہ اب اس سے ان کا نجات پانا بے حد مشکل ہو گیا ہے۔ اس سوشل میڈیا سے مراد انٹرنیٹ بلاگز، سماجی روابط کی ویب سائٹس، موبائل، ایس ایم ایس اور اس سے جڑی اور بھی دیگر سائٹس ہیں جو سوشل میڈیا کے زمرے میں آتی ہیں۔ اس کے علاوہ سوشل میڈیا آج لوگوں سے اظہار رائے، تبادلہ خیالات، وڈیوز اور تصاویر ایک دوسرے تک پہنچانے اور روابط و تعلقات استوار کرنے کا موثر ترین ذریعہ بھی ثابت ہوا ہے۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ ان ہی چیزوں کی وجہ سے ان کی عالمی مقبولیت و شہرت میں بڑی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔

سوشل میڈیا نے پوری دنیا کے فاصلوں کو ختم کر کے ایک عالمی گاؤں میں تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔ خطوط و پیغامات کے ارسال و ترسیل میں جہاں کئی کئی ایام، ماہ لگ جاتے تھے۔ اب وہیں سوشل میڈیا سے ارسال کردہ مواد چند ہی سیکنڈوں میں دوسروں تک پہنچ جاتا ہے۔ اسی سرعت و تیزی اور برق رفتاری کی وجہ سے سوشل میڈیا کو حیرت انگیز نگاہوں سے دیکھا جا رہا ہے۔ اس طور پر دیکھا جائے تو سوشل میڈیا کی ایجاد سے اس دوڑ بھاگ بھری زندگی میں انسانوں کے لئے کافی سہولتیں اور آسانیاں پیدا ہو گئیں۔ سوشل میڈیا آج وقت کی ایک اہم ترین ضرورت بھی بن چکا ہے اور ہلاکتوں اور تباہیوں کا بہت بڑا ذریعہ بھی۔ سماج میں سب سے زیادہ جن سائٹس کا استعمال کیا جا رہا ہے ان میں خاص طور پر قابل ذکر واٹس ایپ، فیس بک، ٹوئیٹر، گوگل پلس، انسٹاگرام، یوٹیوب اور لنکڈ ان وغیرہ ہیں۔ جنہوں نے انسانی معاشرے پر بہت زیادہ تباہی مچا رکھی ہے۔ لوگوں کو ان کی حقیقی زندگی بھلا کر ایک تصوراتی دنیا میں گم کر دیا ہے۔ صحت انسانی پر بھی اس کے مضر اثرات اس قدر مرتب ہو رہے ہیں کہ جن سے انسانی جسم کھوکھلا ہوتا جا رہا ہے۔

سوشل میڈیا آج پوری دنیا کے لوگوں کی دل چسپی کا مرکز و محور بھی بن چکا ہے۔ اس کے استعمال کنندگان دیگر علمی، ملی، سماجی اور معاشی سرگرمیوں سے بھی بہت حد تک الگ تھلگ ہو چکے ہیں۔ یہاں تک کہ انہیں اپنی طبعی و جسمانی صحت اور رشتوں کا بھی خیال نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سائنس دان اور مفکرین صحت انسانی، عوامی تعلقات و روابط اور ان کے میل ملاپ کو لے کر بہت زیادہ فکر مند ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اس کا کثرت استعمال صحت انسانی پر گہرے طور پر اثر انداز ہو رہا ہے اور انسانوں کے مابین جو روابط و تعلقات ہیں، ان میں کثرت سے دراڑیں پیدا ہو رہی ہیں۔ سوشل میڈیا نے انسانوں کے رشتوں کو اس طرح مسمار کر کے رکھ دیا ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان سے قریب رہنے کے باوجود کوسوں دور ہو چکا ہے۔

فوائد کے ساتھ اس کے بے شمار نقصانات بھی ہیں۔ کراچی اردو پوائنٹ اخبار تازہ میں ایک خبر شائع ہوئی ہے، جس میں یہ کہا گیا کہ "سوشل میڈیا کا استعمال صارفین پر گہرے اثرات مرتب کر رہا ہے"۔ صارفین کی صحت اور نفسانیت پر سوشل میڈیا کے اثرات کے موضوع پر ہونے والی ایک حالیہ تحقیق میں یہ انکشاف ہوا ہے کہ یہ لوگوں کو سماجی میل ملاپ سے دور کر رہا ہے۔ امریکی ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ ٹویٹر اور فیس بک جیسی سماجی رابطوں کی ویب سائٹس کی وجہ سے زیادہ تعداد میں لوگ تنہائی محسوس کر رہے ہیں۔ ماہرین کے مطابق ایک دن میں دو گھنٹے سے زیادہ سوشل میڈیا کے استعمال سے ایک فرد میں سماج سے الگ تھلگ ہونے امکانات دگنے ہو سکتے ہیں۔ ایک دور وہ تھا جب انسانی روابط اور احوال واخبار کے لئے خطوط و پیغامات کا استعمال کیا جاتا تھا، جنہیں انسانی ملاقاتوں کا آدھا درجہ بھی حاصل تھا۔ خطوط جاذب نظر، پر لطف ہوا کرتے تھے، جو یک لخت دل کو چھو جاتے تھے۔ لیکن اب خطوط و پیغامات کی جگہ سوشل میڈیا نے لے لی ہے، جس نے سماجی، خاندانی اور عوامی میل ملاپ کا جنازہ نکال کر رکھ دیا ہے۔

آج سماج کا تقریباً ہر شخص انٹرنیٹ، سوشل میڈیا سے کسی نہ کسی طرح جڑا ہوا ہے، جو اپنی دل چسپی کے لحاظ سے اس پر متحرک و فعال ہے۔ دنیا بھر میں ہونے والے واقعات و حادثات اور مختلف مقامات پر رونما ہونے والے علمی، تہذیبی، اقتصادی اور سیاسی انقلابات سے نہ صرف باخبر رہتا ہے بلکہ اس میں خاصی دل چسپی بھی لیتا ہے اور اپنے افکار و آرا بھی پیش کرتا ہے۔ گویا منٹوں اور سیکنڈوں میں پوری دنیا کے احوال و کوائف سے آگاہی حاصل کر لیتا ہے۔ پوری دنیا کو اپنا متوالا بنا دینے والے سوشل میڈیا کے صارفین کے تعداد کا اندازہ آپ حال ہی میں امریکہ سے جاری کردہ ایک تحقیقی رپورٹ سے لگا سکتے ہیں، جس میں کہا گیا ہے کہ صرف فیس بک صارفین کی تعداد پوری دنیا میں 1,968,000,00 ہے۔ اس کے علاوہ وائس ایپ استعمال کرنے والے بھی کچھ پیچھے نہیں، ان کی تعداد 1,200,000,000 ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی دیگر سماجی رابطے کی سائٹس ہیں جن کے صارفین کی تعداد بھی لاکھوں میں ہے۔

اب سوشل میڈیا کے حوالے سے مسلم معاشرے کے موجودہ حالات پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں کہ ہمارے سماج میں جو برائیاں اور بے حیائیاں در آئی ہیں۔ اس میں سوشل میڈیا کا کیا کردار رہا ہے۔

اس کے کئی ایک پہلو ہیں، جس سے مسلم معاشرہ میں تباہی و بربادی اس کا مقدر بنتی جارہی ہے جس سے اخلاقی قدریں اور سماجی رشتے پامال ہوتے جارہے ہیں۔ بے حیائیاں اور برائیاں حد درجہ بڑھتی جارہی ہیں۔ اس کے بکثرت استعمال کے سبب تعلیمی زوال، اخلاقی گراوٹ اور معاشرتی برائی ایک بہت بڑا المیہ بنتے جارہی ہے، جائز و ناجائز کی تمیز بھی مفقود ہوتے جارہی ہے۔ اس کے کئی ایک پہلو ہیں:

مسلم سماج کا ایک بہت بڑا طبقہ سوشل میڈیا کا ایسا دیوانہ ہو چکا ہے، جن کے شب و روز اسی کی نذر ہوتے جارہے ہیں۔ اس میں جوان، بوڑھے، بچے اور خواتین سبھی برابر کے شریک ہیں لیکن سب سے زیادہ نوجوان طبقہ متاثر ہوا ہے۔ گویا مسلم معاشرے میں سوشل میڈیا کے سبب ان گنت برائیاں جنم لے رہی ہیں۔ بداخلاقیاں عام ہو رہی ہیں۔ قوم کے چھوٹے چھوٹے بچے اس لعنتی برائی کا حصہ بنتے جارہے ہیں۔

سوشل میڈیا کے ذریعے ہونے والے نقصانات میں سے ایک عظیم نقصان یہ ہو رہا ہے کہ اسکول، کالجز، یونیورسٹی اور مدرسے کے طلباء تعلیم سے دور ہوتے جارہے ہیں۔ کتابوں سے عدم توجہی اور مطالعے سے بے رغبتی کا شکار ہوتے جارہے ہیں۔ سوشل میڈیا پر اپنا قیمتی وقت ضائع کرنے کو محبوب مشغلہ تصور کرتے ہیں۔ فحش و عریاں ویڈیوز اور تصاویر دیکھ کر بدعمل اور بداخلاق ہوتے جارہے ہیں۔ زیادہ تر وقت لایعنی چیٹنگ اور عشقیہ و مزاحیہ گفتگو میں صرف کر رہے ہیں۔ نوجوان رذیل حرکات اور شنیع اعمال و افعال کے عادی بنتے جارہے ہیں۔

اب تو درسگاہوں اور اساتذہ کے احترام و ادب کی جگہ سوشل میڈیا نے لے لی ہے۔ یہ وہ برائیاں ہیں جن سے نسل نو کا مستقبل تاریک اور بھیانک ہوتا جارہا ہے، جس پر والدین اور سرپرست حضرات کو غور کرنے اور اس کا کوئی تدارک وحل تلاش کرنے کی ازحد ضرورت ہے اور نہ تو آنے والے دنوں میں پورا معاشرہ اس قدر تباہی و بربادی کے گڑھے میں جا گرے گا، جسے بچانا بے حد مشکل ہو جائے گا۔ ابھی بھی وقت ہے کہ اپنی نسل نو کا مستقبل تباہ ہونے سے بچالیا جائے ورنہ بہت دیر ہو چکی ہوگی۔

مرد و خواتین حضرات سوشل میڈیا پر گپ شپ اور چیٹنگ وغیرہ میں مشغول رہتے ہیں اور یہ سلسلہ ہر روز رات دیر تک چلتا رہتا ہے۔ والدین بچوں کے ہاتھوں میں بھی قیمتی اسمارٹ اور انڈرائڈ موبائل فون دے کر ان کی ذہنی ونفسیاتی تربیت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ اسمارٹ

فون بچوں کے نفسیت پر گہرے طور پر زہریلے وائرس چھوڑ رہا ہے، جس کے سبب بچے طرح طرح کے ذہنی ونفسیاتی امراض میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ان کی صحت وتندرستی پر بھی اس کے مضر اثرات ہو رہے ہیں۔ والدین کی اس طرح کی رذیل حرکتوں سے اولاد کا روشن مستقبل تاریک ہوتا جا رہا ہے، وہ والدین کی شفقتوں اور محبتوں سے بھی محروم ہوتے جا رہے ہیں۔ جن کے ذمے اپنے بچوں کے روشن مستقبل کے خوابوں کو شرمندۂ تعبیر لانا ہے وہی ان کے خوابوں کا بیدردی سے قتل کر رہے ہیں۔ حالانکہ انہیں چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت پر کامل توجہ دیں، ایک صالح معاشرہ کی تشکیل کریں اور اپنی اولاد کے روشن خوابوں کو شرمندۂ تعبیر لائیں۔ والدین اور سرپرست حضرات کو اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا یہ فرمان نہیں بھولنا چاہئے جو آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا:

كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته (صحیح بخاری جلد۲ ص۵)

ترجمہ: کہ تم میں سے ہر شخص حکمران ہے، اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔

والدین کی یہ اولین ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اولاد کی اسلامی ماحول میں اصلاح وتربیت کریں، انہیں عمدہ طور پر تعلیم ونصیحت کریں۔ ہر ہر قدم پر ان کی راہنمائی کا فریضہ انجام دیں، ان کی ذہنی ونفسیاتی تربیت پر توجہ دیں۔ انہیں موبائل فون خاص طور پر انٹرنیٹ کی سہولیات والے موبائل فون سے دور رکھیں، جس سے نہ صرف ان کا ذہنی ودماغی توازن برقرار رہے گا، بلکہ ان کا ذہن ودماغ خرافات اور غلط اثرات سے پاک رہے گا۔

یہ محض تفریح طبع کا سامان ہے، تضییع اوقات کا ایک کھلونا ہے۔ ذہنی ونفسیاتی بیماریوں کا موجب اور مختلف امراض میں مبتلا کرنے کا ایک زہریلا وائرس ہے۔ اسی طرح اخلاق سوز اور غارت گر عمل بھی ہے۔ لہٰذا سوشل میڈیا کے اس تعفن زدہ ماحول سے معاشرے کو بچانا نہایت ہی ضروری ہو گیا ہے۔ کیونکہ مغرب کی اس چکا چوند سوشل میڈیا نے انسان کو انسانیت کی بلندی سے حیوانیت کی پستی کی طرف دھکیل دیا ہے۔ اس کو اخلاق و شرافت کے حدود سے باہر کر کے بے حیائی وفحاشی کے دلدل میں لا کھڑا کیا ہے۔ اس کی عزت وناموس کی دھجیاں بکھیر کر ذلت ورسوائی کے سرے پر ڈال دیا ہے۔ اس کو دین سے بے گانہ کر کے اس دنیا کا متوالا بنا دیا ہے، اس کے قیمتی اوقات ولمحات کو ضائع کر دینے میں بہت بڑا رول ادا کیا ہے۔

یہی نہیں بلکہ مسلم معاشرے سے اخلاقی اقدار اور معاشرتی روایات کا یکسر طور پر جنازہ نکال کر رکھ دیا ہے، اسی طرح سوشل میڈیا پر گمراہ کن پوسٹس، فحش تصاویر اور پورن گرافکس نے بھی سوشل میڈیا کے صارفین کے ایمان کو متزلزل، عقیدے کو کمزور اور عمل وکردار کو تہس نہس کر کے رکھ دیا ہے۔ اس لئے انٹرنیٹ صارفین کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ سائٹس کا جائز طور پر استعمال کریں اور اپنے ایمان واعتقاد، عمل وکردار اور معاشرے کو تباہ وبرباد ہونے سے بچائیں۔ کیونکہ یہ جہاں مضر اور موجب ہلاکت ہے وہیں مفید اور نفع بخش بھی ہے۔ جس سے اپنے جائز مقاصد کے لئے اور دین کی اشاعت وتبلیغ کے لئے بے انتہا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

موجودہ دور میں یہ دعوت وتبلیغ کا ایک موثر ترین ذریعہ بھی ہے۔ عالمی سطح پر اپنی آواز پہنچانے کا آلہ بھی ہے۔ مخالفین اسلام کے احوال و افکار سے واقفیت اور ان کے افکار ونظریات سے قوم مسلم کو بچانے کا ایک مستحکم پلیٹ فارم بھی ہے۔ اغیار کی سازشوں اور منصوبوں کو ناکام بنانے کا ہتھیار بھی ہے۔ ہمارے لئے اس پر سب سے اہم چیز یہ ہے کہ اس کے ذریعے اسلامی تعلیمات وہدایات، شرعی احکام ومسائل اور دینی ومذہبی سرگرمیوں کی تشہیر وترسیل کا فریضہ بحسن وخوبی سرانجام دیا جا سکتا ہے۔ آج اسی کا غلط استعمال کر کے انتہا پسند، دہشت گرد عناصر اور باطل جماعتیں عالمی سطح پر اسلام کی غلط تشریح وتعبیر پیش کر رہے ہیں، جس سے اسلام ومسلمین کی شبیہ خراب ہو رہی ہے۔

عصر حاضر کا نو مولود فرقہ جس کا نام استشراق اور اس کے متبعین کا نام مستشرقین ہے، اس فرقے کی بنیاد تحقیق وتدقیق اور تحریف وتخریب پر مبنی ہے، ان کا مقصد بھی مذہب اسلام کا کثیر مطالعہ کر کے لٹریچرز اور کتب ورسائل لکھ کر اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر بے بنیاد الزامات واتہامات عائد کرنا اور اسلام کی حقیقی تعلیمات کو مسخ کرنا ہے۔ قادیانیت بھی سوشل میڈیا سے فائدہ اٹھانے میں کسی سے پیچھے نہیں۔ وہ بھی واٹس ایپ، فیس بک، ٹویٹر، انسٹاگرام اور یوٹیوب کا ناجائز طریقے سے استعمال کر کے نوجوان نسل کے قلوب واذہان سے عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو نکال کر ان کے اندر ضلالت وگمراہیت کے بیج بو رہی ہے۔

گویا جتنی بھی اسلام دشمن طاقتیں ہیں، وہ سوشل میڈیا پر مستعد عمل ہیں۔ جو کھلے طور پر اسلام اور مسلمین کے خلاف محاذ آرائی کر رہی ہیں اور

سادہ لوح مسلمانوں کا ایمان واعتقاد تباہ و برباد کر رہی ہیں۔

ایسے سنگین حالات میں ان لوگوں کی ذمہ داریاں کچھ اس طرح بڑھ جاتی ہیں جو انٹرنیٹ، سوشل میڈیا پر زیادہ وقت گزارتے ہیں، خواہ ان میں علماء، ائمہ اور مفتیان کرام ہوں یا پھر دانشوران قوم وملت، سب ہی کو چاہئے کہ وہ بھی سوشل میڈیا کا جائز و مستحسن طریقے سے استعمال کر کے اسلام دشمن طاقتوں اور بد مذہبوں کی طرف سے کئے جانے والے اعتراضات وسوالات کا قرآن واحادیث کی روشنی میں مدلل ومبرہن جواب دیں اور نوجوان نسل کو بد مذہب وبد عقیدہ ہونے سے بچائیں۔ سوشل میڈیا کے ذریعے بے راہ روی کے شکار لوگوں تک دین کی دعوت وتبلیغ پیش کریں۔ لوگوں کو اس کے غلط استعمال سے بچانے کے لئے مہم چلائیں اور حکومت سے بھی فحش اور عریاں ویب سائٹس پر پابندی کا پرزور مطالبہ کریں۔

امید ہے کہ اس طرح کی کوششیں کارگر ثابت ہوں گی اور سماج ومعاشرے سے عملی وفکری، اخلاقی اور اعتقادی برائیوں کا خاتمہ ہوگا۔

(انشاء اللہ)

شجاعتوں اور جرائتوں کا قافلہ رواں دواں: قادیانیت پر برق

چیئرمین شعبہ ختم نبوت "شیران اسلام پاکستان" پروفیسر عرفان محمود برق دامت برکاتہ کا دورہ کراچی و اندرون سندھ

(محمد آفتاب احمد، مرکزی ناظم اعلیٰ)

"شیران اسلام پاکستان" کے زیر اہتمام شعبہ ختم نبوت پروفیسر عرفان محمود برق کی سربراہی میں انتہائی مستعدی سے فتنہ قادیانیت کی سرکوبی میں مصروف عمل ہے۔ "شیران اسلام پاکستان" کا شعبہ ختم نبوت، اسلام کی حقانیت اور ترویج واشاعت کے لیے انتھک جدوجہد کر رہا ہے۔ اس سلسلہ میں دعوتی کام اپنے عروج پر ہے۔ ہمیں اپنے قارئین کو یہ بتاتے ہوئے انتہائی فخر محسوس ہو رہا ہے کہ سال 20-2019 میں ملک بھر میں جاری دعوتی مہم میں اللہ جل جلالہ اور بارگاہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے پناہ کرم کی بدولت سینکڑوں خاندان مشرف بہ اسلام ہوئے۔ یہ تمام نومسلم قادیانیت چھوڑ کر حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر مکمل ایمان لا کر مسلمان ہوئے اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی اختیار کی۔

ماہ جون 2020 میں ممتاز مذہبی سکالر پروفیسر محمد عرفان محمود برق، چیئرمین شعبہ ختم نبوت "شیران اسلام پاکستان" نے کراچی اور اندرون سندھ کا کامیاب دورہ کیا جس میں صحافیوں، ادیبوں، دانشوروں، وکلاء، مذہبی جماعتوں کے سربراہوں، ملکی اور علاقائی سیاستدانوں، سول سوسائٹی، طلباء اور نوجوانوں سے الگ الگ ملاقاتیں کیں جس میں عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت وضرورت پر آگہی دی گئی۔ اس سلسلہ میں چیئرمین شعبہ ختم نبوت "شیران اسلام پاکستان" نے انفرادی اور اجتماعی طور پر بھرپور بحوالہ مختلف نشستوں میں قادیانیت کے بدترین کفریات اور ارتدادی عقائد سے آگاہ کیا اور عقیدہ ختم نبوت پر قرآن وسنت کی روشنی میں مختلف دلائل دیئے اور فتنہ قادیانیت کی حقیقت بیان کی۔

محب ختم نبوت سید بدر علی شاہ (سینئر جرنلسٹ) کی وساطت سے کراچی اور اندرون سندھ میں پروفیسر محمد عرفان محمود برق، چیئرمین شعبہ ختم نبوت "شیران اسلام پاکستان" نے 25 ختم نبوت کانفرنسز اور تربیتی نشستوں سے خطاب کیا 31 سے زائد کارنر میٹنگز اور انفرادی نشستوں سے خطاب فرمایا۔ نمایاں پروگرامز کی تفصیل درج ذیل ہیں:

☆۔ تاجدار ختم نبوت کانفرنس جامع مسجد اقصیٰ گولڈن ٹاؤن کراچی

☆۔ شفاء خانہ سید الشہداء سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کراچی

☆۔ ''ختم نبوت کانفرنس''میمن گوٹھ کراچی

☆۔ مدرسہ جامعہ عربیہ قاسم العلوم جامع قاسمیہ اوکاڑہ

☆۔ ''عقیدہ ختم نبوت اور گھر کا بیدی'' کے موضوع پر خطاب، مرکز جامع نور القرآن و جامع سیدہ کائنات ناگن چورنگی کراچی

☆۔ ''مرزائیوں کی حقیقت'' کے موضوع پر خطاب جامع مسجد اویس قرنی رضی اللہ عنہ گلشن اقبال کراچی

☆۔ ''تاجدار ختم نبوت کانفرنس'' جامع مسجد مرکزی نورانی، ماڈل ٹاؤن کراچی

☆۔ ''محفل عقیدہ ختم نبوت'' دربار حضرت سیدنا نوبت شاہ قادری چشتی اورنگی ٹاؤن کراچی

☆۔ جامع مسجد مکہ کراچی کے ویب پیج سے ''قادیانیت اسلام اور سائنس کے کٹہرے'' سے خطاب

☆۔ لاڑکانہ کے مشہور اخبار سندھی اخبار روزنامہ فاسٹ ٹائمز لاڑکانہ کے دفتر آمد اور چیف ایڈیٹر سے ملاقات

☆۔ سابق وزیر اعظم شہید ذوالفقار علی بھٹو کے مزار پر حاضری اور قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے پر خراج عقیدت پیش کیا۔

علاوہ ازیں سندھ کی مشہور درگاہ مشہوری شریف کے سجادہ نشین جناب شفیع محمد مشہوری کی طرف سے ممتاز مذہبی سکالر پروفیسر محمد عرفان محمود برق، چیئرمین شعبہ ختم نبوت ''شیران اسلام پاکستان'' کے اعزاز میں عشائیہ دیا گیا۔ پروفیسر محمد عرفان محمود برق نے سندھ میں قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں سے آگاہ کیا اور اس فتنہ کے ارتداد اور انسداد کے خلاف عملی طور پر باہر نکل کر کام کرنے کی اہمیت پر زور دیا، جناب شفیع محمد مشہوری نے اپنے ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا اور اس سسلہ میں سندھ میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس کے انعقاد کا وعدہ کیا۔

بعد ازاں سندھ کی بڑی درگاہ ''قمر شریف'' کے بزرگ سجادہ نشین حضرت سائیں سید غلام حسین شاہ بخاری دامت برکاتہ اور جناب سید بدر شاہ سے خصوصی ملاقات کی۔ اپنی کتاب ''قادیانیت اسلام اور سائنس کے کٹہرے'' میں پیش کی اور سندھ کے ان علاقوں کی نشاندہی کی جہاں قادیانیوں کی سرگرمیاں روز افزوں ہیں۔ اس موقع پر پروفیسر محمد عرفان محمود برق نے سندھ میں فتنہ قادیانیت کے خلاف سرپرستی کی درخواست کی جو کہ حضرت سائیں نے قبول فرمائی اور حضرت سائیں سید غلام حسین شاہ بخاری نے کرونا وائرس کی وجہ سے حالیہ لاک ڈاؤں کے بعد پورے سندھ میں تحفظ عقیدہ ختم نبوت کے لیے تبلیغی دوروں کا وعدہ بھی کیا۔

''شیران اسلام پاکستان'' اور ادارہ الحقیقہ کراچی اور اندرون سندھ کے کامیاب دورہ پر پروفیسر محمد عرفان محمود برق، چیئرمین شعبہ ختم نبوت کو صمیم قلب سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اس موقع پر صاحبزادہ رانا عطاالحق نقشبندی ''سرپرست اعلیٰ'' ''شیران اسلام پاکستان'' اور حافظ محمد اظہر نعیم، مرکزی امیر ''شیران اسلام پاکستان'' نے پروفیسر محمد عرفان محمود برق، چیئرمین شعبہ ختم نبوت کو خراج تحسین پیش کیا جن کی مساعی جمیلہ سے فتنہ قادیانیت کا ارتداد ممکن ہوا اور چمنستان اسلام رونق افزوں ہوا۔

لا نبی بعدی

قومی اسمبلی سمیت چاروں صوبائی اسمبلیوں، آزاد کشمیر، گلگت بلتستان اور ایوان بالا سینٹ آف پاکستان کا تاریخی فیصلہ

(محمد آفتاب احمد، مرکزی ناظم اعلیٰ)

عقیدہ ختم نبوت دین اسلام کا اہم اور بنیادی عقیدہ جس پر ایمان لانا مسلمان ہونے کی بنیادی شرط ہے۔ عقیدہ ختم نبوت ایک ایسا متفق علیہ

قانون اور عقیدہ ہے جس پر امت مسلمہ کے تمام مکاتب فکر کا کامل اتفاق ہے۔ اور اس عقیدے کا انکار کرنے والے کو متفقہ طور پر دائرہ اسلام سے خارج تصور کیا جاتا ہے۔ مرزا قادیانی کے جھوٹے دعوئ نبوت کے بعد امت مسلمہ نے جس طرح اس کی گرفت کی اور علماء نے جس طرح اس کا تعاقب کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس میں کوئی دوسری رائے نہیں کہ مرزا قادیانی انگریز کا خود کاشتہ پودا تھا جو اس نے مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے کے لیے لگایا تھا۔ لیکن اس کا یہ وار اس لیے ناکام گیا کہ بلا تفریق مسلک علمائے کرام ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوئے اور انہوں نے ہر محاذ پر اس کو شکست فاش دی۔ قادیانیوں کو نہ صرف پاکستان کی قومی اسمبلی نے آئینی طور پر غیر مسلم قرار دیا بلکہ جملہ اسلامی ممالک کی نمائندہ تنظیمات نے بھی انکو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ درحقیقت عقیدہ ختم نبوت ایمان کے بنیادی اصولوں میں سے ایک ہے۔ جن پر امت کا ہمیشہ سے اتفاق رہا ہے۔

جس طرح ایک مسلمان کے لئے اللہ تعالیٰ کی تخلیق، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت، کسی دلیل کی محتاج نہیں اسی طرح نبوت کے مسئلہ پر بھی کبھی بحث کی گنجائش نہ رہی اور اس کے ثبوت کے لئے کبھی بھی کسی مسلمان کو دلیل یا ثبوت کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ اس لافانی حقیقت کے باوجود کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کسی دلیل کی محتاج نہیں عقیدہ ختم نبوت پر اہل ایمان کو اکثر ان لایعنی مباحث میں الجھانے کی کوشش کا سلسلہ سر اٹھاتا رہتا ہے۔ جس کے لیے ہمیشہ حکومت وقت کو بھی اپنے فرائض کی ادائیگی کے لیے عملی تقاضے پورا کرنے پڑتے ہیں۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پاکستان میں قادیانی تمام تر عہدے پاتے ہیں اور سہولتوں سے لطف اندوز ہونے کے باوجود وہ ہمیشہ وطن عزیز پاکستان اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کے حوالے سے کوئی نہ کوئی نکتہ چینی کرتے رہتے ہیں اور اپنی مرضی کے معانی پہنانے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔ ایک طویل عرصہ کی خاموشی کے بعد، حالیہ سالوں میں قادیانیوں کے اثر ورسوخ بڑھ جانے کا تاثر عام رہا ہے۔ مختلف عالمی طاقتوں کی جانب سے قادیانیوں کی مسلسل پشت پناہی میں اضافہ دیکھا جا رہا تھا۔ گزشتہ دو سالوں میں ان کے اثر ونفوذ میں اضافہ امت مسلمہ کے لیے تشویش کا باعث تھا۔ اس ساری صورتحال کا ادراک کرتے ہوئے پاکستان کی سیاسی قیادت نے ایک مرتبہ پھر اپنی اجتماعی دانش کا مظاہرہ کیا۔ گزشتہ دنوں جب یہ مسئلہ زیر بحث رہا ملک کی پالیمنٹ سمیت چاروں صوبائی اسمبلیوں، آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان میں اس پر قراردادوں کی صورت میں واضح کارروائی عمل میں لائی گئی۔ اور پھر یہ سلسلہ بالآخر ملک کے ایوان بالا سینٹ آف پاکستان میں بھی اسی جذبہ عقیدت کے ساتھ ختم نبوت کے مسئلے پر مہر تصدیق ثبت کر کے پایہ تکمیل کو پہنچ گیا ہے۔

قومی اسمبلی سمیت چاروں صوبائی اسمبلیوں، آزاد کشمیر، گلگت بلتستان اور ایوان بالا سینٹ آف پاکستان میں قراردادیں پیش کی گئیں کی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کے آغاز پر درسی کتب میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحریر کیا جائے جو کہ متفقہ طور پر منظور کی گئیں۔ اس موقع پر سپیکر قومی اسمبلی اسد قیصر نے کہا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کے آغاز پر درسی کتب میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحریر کئے جانے کی متفقہ قرارداد پر عمل کروائیں گے، مرکز اور صوبوں سے عملدرآمد کرانے کے لئے مرکزی وصوبائی حکومتوں کو خطوط بھی لکھے جائیں گے۔ سپیکر آفس تمام مرکزی وصوبائی حکومتوں اور متعلقہ تعلیمی اداروں کو قرارداد پر عمل کے لئے خطوط لکھے گا اور قرارداد کی کاپیاں بھیجے قرارداد پر عمل کرانا اس ایوان کی ذمہ داری ہے۔ سپیکر قومی اسمبلی نے مزید کہا کہ یہ ہم سب کے لئے بڑے اعزاز کی بات ہے کہ خاتم النبیین لازمی لکھے جانے کی متفقہ قرارداد منظور کی۔ سپیکر آفس یقینی بنائے گا کہ قرارداد پر من وعن عملدرآمد ہو۔ آج ہی قرارداد صوبوں اور متعلقہ اداروں کو پہنچ جائے گی۔ فالو اپ چیک کیا جائے گا کہ کتنا عمل ہو رہا ہے۔

''شیران اسلام پاکستان'' اور ادارہ الحقیقہ ''حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام نامی اسم گرامی کے ساتھ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **لکھنا اور پڑھنا ضروری قرار دینے**'' پر قومی اسمبلی سمیت چاروں صوبائی اسمبلیوں، آزاد کشمیر، گلگت بلتستان کے معزز سپیکرز و جملہ اراکین اور ایوان بالا سینٹ آف پاکستان کے چیئرمین و سینیٹرز کو عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ پر صمیم قلب سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اس موقع پر ''شیران اسلام پاکستان'' کی مرکزی قیادت صاحبزادہ رانا عطا الحق نقشبندی، سرپرست اعلیٰ، حافظ محمد اظہر نعیم، مرکزی امیر، پروفیسر محمد عرفان محمود برق، چیئرمین شعبہ ختم نبوت نے قومی اسمبلی سمیت چاروں صوبائی اسمبلیوں، آزاد کشمیر، گلگت بلتستان اور ایوان بالا سینٹ آف پاکستان میں اس اہم قرارداد کو پیش کرنے والے معزز اراکین اور تائید کنندگان کو خراج تحسین پیش کیا جن کی مساعی جمیلہ سے عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ ممکن ہوا۔ اللہ پاک، بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب کو دارین کی برکتوں سے بہرہ مند فرمائے۔ آمین۔

شیران اسلام سے

﴿حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کا منظوم پیغام﴾

ذکر خدا پھیلاؤ شیرو — گیت نبی کے گاؤ شیرو
لو مولا سے لگاؤ شیرو — اپنا یار مناؤ شیرو
عشق کی شمع جلاؤ شیرو — بخت اپنا چمکاؤ شیرو
شرک کی آگ بجھاؤ شیرو — کفر کا نام مٹاؤ شیرو
پرچم حق لہراؤ شیرو — باطل پہ چھا جاؤ شیرو
موت سے مت گھبراؤ شیرو — اٹھو جان لڑاؤ شیرو
کفر کو مار بھگاؤ شیرو — دین کی بات بناؤ شیرو
قوم کو ہوش میں لاؤ شیرو — خون اس کا گرماؤ شیرو

جاگو اور جگاؤ شیرو
اٹھو اور اٹھاؤ شیرو

تم بندے ہو ایک خدا کے — پروانے ہو شمع ہدیٰ کے
گنجینے ہو صبر و رضا کے — آئینے آئین وفا کے
حامی اہل صدق و صفا کے — ماحی ہو تم جور و جفا کے
نعرۂ تکبیر لگا کے — نام نبی کی دھوم مچا کے

گرجو اب میدان میں آ کے رکھ دو کفر کا قصر ہلا کے
موڑ دو رخ طوفان بلا کے توڑ دو خیبر مکرو ریا کے
دم لو اک اک ظلم مٹا کے ہر پتھر رستے سے ہٹا کے
قوم کی ہر گتھی سلجھا کے طیبہ میں پھر جاؤ شیرو

جاگو اور جگاؤ شیرو
اٹھو اور اٹھاؤ شیرو

مقصود رحمان تمہیں ہو آقا کا احسان تمہیں ہو
پیغام قرآن تمہیں ہو تفسیر ایمان تمہیں ہو
علم تمہیں، عرفان تمہیں ہو صدق تمہیں، ایقان تمہیں ہو
رحمت کا سامان تمہیں ہو شفقت کا ایوان تمہیں ہو
امیدوں کی جان تمہیں ہو ارمانوں کی کان تمہیں ہو
ضامن امن و امان تمہیں ہو دین کی عزت و آن تمہیں ہو
رنگ رخ امکان تمہیں ہو ہستی کی برہان تمہیں ہو
مرشد کا فیضان تمہیں ہو شیخ کا حکم سناؤ شیرو

جاگو اور جگاؤ شیرو
اٹھو اور اٹھاؤ شیرو
جاگو شیران، اٹھو شیران اسلام

......☆☆☆☆......

Monthly Mujjalah **AL-HAQIQA** July 2020
Reg No: C.P.L.208

يا الله — الصلوٰة والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ وعلیٰ آلک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ — یا رسول اللہ

سالانہ ختم پاک

بموقع یوم وصال

مہبط تجلیات توحید شارح اسرار تفرید وارث علوم حبیب ﷺ پیکر وسعت قلب

حضور مفکر اسلام پروفیسر قبلہ محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ

آستانہ عالیہ حضور مفکر اسلام نقش لاثانی نگر شکر گڑھ نارووال

8 اگست بروز ہفتہ

بعد از نماز ظہر تا عصر

قارئین الحقیقہ کیلئے

خوشخبری

الحقیقہ کا اہلسنت نمبر

عنقریب شائع ہو رہا ہے